Title

زیر سرپرستی

عبد الستار

پیش نظر

فہم وفکر

پاکستان کا مطلب کیا... لا الہ الا اللہ	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہم قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہم حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ	07

مضامین

تصوف کی حقیقت	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	10
حضرت طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ	حذیفہ رفیق	12
جامعہ بیت السلام...100فی صدی کا سفر	مفتی محمد فیصل	14
ٹک ٹک ٹک	محمد سلمان ساغر	17
حضارت کا شرعی دائرہ کار	غلام عباس	18
محنت کی عظمت	محمد بلال	20
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	22
باورچی خانہ اور ہماری صحت	حکیم نعیم احمد	24

خواتین اسلام

پتھر سے موم	اہلیہ انس احمد شریف	27
شاید اس طرح گوشت کی تلافی ہو جائے	مہوش حماد	29
باپ کا بیٹی کے نام خط	محمد دانش	32
من لباس لکم وانتم لباس لھن	ام مصطفیٰ	34

باغیچہ اطفال

ذرات کا ذخیرہ	ڈاکٹر الیاس رومی	37
سنت میں راحت	اہلیہ محمد فیصل	38

بزم ادب

نعت سرور کونین رحمت دارین ﷺ	الحاج سید عبداللہ صدیقی	42
عاصی بے قرار توبہ کر	باصر علی	43
جذبات سرد ہو گئے عشق حبیب کے	ندا اقبال	43
گلدستہ	راشد حسین قاسم	44

اخبار السلام

خبرنامہ	ادارہ	46

دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

فہم دین

کراچی

مارچ 2016ء

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	راشد محمود
ناظم	خالد عبدالرشید
کمپوزنگ	حبیب اسلم
نظرثانی	طارق محمود
تزئین وآرائش	نوید فرید

editor@fahmedeen.org

آراء وتجاویز کے لیے

0304-0125750 0333-4573885

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0322-2120004 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0332-8278537

marketing@fahmedeen.org

خط وکتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالہ کے اجراء کے لیے ماہنامہ فہم دین

26-C گراؤنڈ فلور، بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابان جامی،

بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرتعاون

فی شمارہ	40 روپے
اندرون کراچی سالانہ (بذریعہ کوریئر)	520 روپے
بیرون کراچی سالانہ (بذریعہ رجسٹری)	520 روپے
بیرون ملک سالانہ	25 ڈالر

ناشر	مطبع	مقام اشاعت
فیصل زبیر	دار السلام پرنٹر	دفتر فہم دین

meat one

02

یومِ قراردادِ پاکستان کا پس منظر بڑا طویل ہے، شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال کے 1930 کے پیش کیے گئے تصورِ پاکستان کو لے کر مسلم قائدین آگے بڑھتے رہے اور اس سلسلے میں مسلم لیگ کا ستائیسواں اجلاس 21 مارچ 1940 کو لاہور میں شروع ہوا اور اس اجلاس کا تیسرا حصہ 23 مارچ 1940 کو منٹو پارک لاہور میں منعقد ہوا جس کی صدارت قائداعظم محمد علی جناح نے کی تھی۔ اس اجلاس میں ایک تاریخ ساز قرارداد پیش کی گئی جو آگے چل کر ایک علیحدہ مسلم ریاست کے قیام کا پیش خیمہ ثابت ہوئی، قرارداد لاہور کی منظوری سے مسلم سیاست نے نئی کروٹ لی اور پھر سات سال کے مختصر عرصہ میں شاعرِ مشرق کے تصور، علماء کی کوششوں اور مسلم سیاسی رہنماؤں کی کاوشوں کو اللہ رب العزت نے شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے رمضان المبارک جیسے بابرکت مہینے اور شبِ قدر جیسی بابرکت رات میں مسلمانوں کو پاکستان جیسی عظیم نعمت سے سرفراز فرما کر آزاد فضاؤں میں سانس لینے کی توفیق عطا فرمائی۔ اگر تصورِ پاکستان، قراردادِ پاکستان اور قیام پاکستان کے پس منظر میں دیکھا جائے تو اس کی اصل بنیاد وہ دو قومی نظریہ ہے جو خالصتاً اسلامی تعلیمات اور قرآنی حکم پر مشتمل ہے۔

نظریہ کسی چیز کی اساس اور اس سے متعلق ہر قسم کے معاملات کے بارے میں ایک خاص طرزِ فکر کو کہتے ہیں، اسی فکری نظام کی روشنی میں کسی معاشرے کے سیاسی، معاشی، سماجی اور معاشرتی مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے، گویا کسی معاشرے کے تمام تر معاملات کو حل کرنے کے خاص فکری اور تہذیبی نظام کو نظریہ کہتے ہیں۔ اور دو قومی نظریہ کا مطلب ہے کہ مسلمان اور ہندو دو الگ الگ قومیں ہیں جو ایک ساتھ نہیں رہ سکتی۔ دو قومی نظریہ اسلامی تعلیمات اور قرآنی احکام کی عملی صورت کا نام ہے اور دراصل یہی وہ نکتہ تھا جو مسلمانوں کو متحد کرنے اور ایک الگ ریاست کے حصول کے لیے مل جل کر کوششیں کرنے کا سبب بنا اور اس نظریہ کی بنیاد کلمہ توحید پر رکھی گئی اور اسی سے یہ نعرہ مشہور ہوا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ۔

23 مارچ کا دن قومی اور عوامی سطح پر اسی عظیم تاریخی پسِ منظر کی یادگار کے طور پر منایا جاتا ہے، اور اسے "یومِ قراردادِ پاکستان" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اس دن سرکاری طور پر بیانات جاری کیے جاتے ہیں، اخبارات خصوصی ایڈیشن جاری کرتے ہیں اور الیکٹرک میڈیا اس حوالے سے مختلف پروگرام نشر کرتے ہیں لیکن ہمیں ذرا سوچنا ہوگا کہ جس دو قومی نظریہ کی بنیاد پر ہم نے یہ ملک حاصل کیا تھا، آج ہم اور ہمارے بچوں کو بھی اس کی حقیقت معلوم ہے یا ہمارے نزدیک اس کے معانی اور مفاہیم تبدیل ہو چکے ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہے کہ ہم دو قومی نظریہ کو بالکل فراموش کر چکے ہیں اور اپنی اسلامی تہواروں سے زیادہ ہندوانہ رسم ورواج کو اپنانے

مدیر کے قلم سے

پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ

کی کوشش کرتے ہیں اور اب اس کی جگہ چار قومی نظریہ نے لے لی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہندو اور مسلمان تو ایک ہو سکتا ہے، مسلمان اور کوئی اور اقلیت تو ایک ہو سکتی ہے لیکن اگر نہیں ہو سکتا تو سندھ اور پنجاب کا مسلمان ایک نہیں ہو سکتا، اگر نہیں ہو سکتا تو بلوچستان اور سرحد کے لوگ ایک نہیں ہو سکتے۔ جب دشمن نے ہماری اس کمزوری کو بھانپ لیا ہے اور اس کو یہ پتہ لگ گیا ہے کہ پاکستان کا ہر آدمی ایک الگ صوبہ چاہتا ہے تو وہ بھی اس کوشش میں ہے کہ مسلمان کو چار قومی نظریہ کی بجائے چھ قومی نظریہ کا سبق پڑھایا جائے کہ صوبہ ہزارہ بھی الگ بن جائے، صوبہ گلگت اور چترال بھی بن جائے تاکہ مسلمان مزید بٹ جائیں، حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے کہ ہم مثالی اتحاد کا مظاہرہ کریں، اور اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے ہم اپنے گھر اور محلے میں، شہر اور صوبے میں، ملک اور پھر پوری دنیا میں اتحاد کی مضبوط فضا پیدا کریں، جب باپ کا بیٹے سے، بھائی کا بھائی سے، میاں کا بیوی سے اتحاد ہوگا تو ایک مضبوط اور فعال گھرانہ وجود میں آئے گا، جب ہر گھر میں اس طرح ہوگا تو ایک مضبوط محلہ تشکیل پائے گا، چند محلوں کے ملنے سے شہر میں یکجہتی دیکھنے کو ملے گی، شہروں کے متحد ہونے سے پورا صوبہ امن کا گہوارہ بن جائے گا اور صوبوں کے ایک ہونے سے ایک مضبوط فلاحی ریاست وجود میں آئے گی جسے اپنے تشخص کو برقرار رکھنے، اپنی بقاء کی جنگ لڑنے اور اپنی عوام کی ضروریات پوری کرنے کے لیے بیسا کھیوں کی ضرورت نہیں ہوگی اور جب تمام اسلامی ممالک اندرونی خلفشار کا شکار نہیں ہوں گے، اللہ کے علاوہ کسی کا خوف ان کے دل میں نہیں ہوگا اور ایک دوسرے سے اسلام کی بنیاد پر ان کا اتحاد ہوگا تو پھر مسلمان دنیا کی سپر طاقت بن کر ابھرے گا، اس بات کا لبِ لباب یہ ہے کہ پہلے فرد کو فرد سے متحد ہونا چاہیے لیکن اتحاد کے لیے ضروری شرط یہ ہے کہ آدمی اپنے جذبات کی قربانی دے، جب ہر ایک یہ کہے کہ میری زبان سے نکلی ہوئی بات حرفِ آخر ہے تو پھر اتحاد کیا ہوگا؟ آئیے اس 23 مارچ کے موقع پر ہم اس عزم کا اظہار کریں کہ ہم اپنے ایمان کی تجدید کریں، اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کریں، پھر رسول اللہ کی سنت کو اپنالیں، پھر چار قومی اور چھ قومی نظریہ ترک کرکے ایک قوم بن جائیں اور پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کی عملی تصویر بن جائیں۔ والسلام اخوکم فی اللہ

محمد خرم شہزاد

فہم قرآن

البقرہ 257

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗــــُٔـھُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَـھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (257)

ترجمہ: اللہ ایمان والوں کا رکھوالا ہے، وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے، ان کے رکھوالے وہ شیطان ہیں جو انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں میں لے جاتے ہیں۔ وہ سب آگ کے باسی ہیں، وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ (257)

تشریح: حق تعالیٰ نے کافروں کے حق میں دوزخ کی وعید کو ذکر فرمایا اور اس کے مقابلے میں اہلِ ایمان کے لیے کسی خاص وعدہ اور بشارت کا ذکر نہیں فرمایا اس لیے کہ اللہ کی ولایت، محبت اور کارسازی ہر وعدہ اور بشارت کو متضمن ہے۔ (از مولانا ادریس کاندھلوی رح)

لغتِ قرآنی

وَلِیُّ: رکھوالا/دوست
اَصۡحٰبُ: والے
یُخۡرِجُھُمۡ: وہ نکالتا ہے اُن کو
اَلنَّارِ: جہنم/آگ
اَلظُّلُمٰتِ: اندھیرا
فِیۡهَا: اس میں
اَلطَّاغُوۡتُ: شیطان
خٰلِدُوۡنَ: ہمیشہ رہیں گے

آیت کا ہم سے مطالبہ

حق اور ہدایت کے روزِ روشن کی طرح واضح ہو جانے کے بعد جو شخص طغیان (سرکشی) اور ضلال (گمراہی) چیزوں سے تعلق ختم کرلے اور ایمان لاکر خدا تعالیٰ سے اپنا تعلق قائم کرے تو اس نے نہایت مضبوط حلقہ (تعلق) کو پکڑ لیا اور اپنے آپ کو گمراہی کے گڑھے میں گرنے سے بچا لیا۔

خطِ قرآنی

- قرآن کا رسم الخط عربی ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ایجاد کیا تھا۔ (البرہان)
- ظہورِ اسلام کے وقت عرب میں خطِ حمیری یعنی خطِ انباری رائج تھا۔ (البرہان)
- ساتویں ہجری میں امیر علی تبریزی نے خطِ نسخ اور خطِ نستعلیق کو ملا کر نیا خط ایجاد کیا جو رفتہ رفتہ صرف نستعلیق رہ گیا۔ (البرہان)
- مکہ میں خطِ قیر اموز رائج تھا چناں چہ مکمل مکی زندگی میں اسی خط میں کتابت وحی ہوئی۔ (طبری)
- مدینہ میں خطِ حیری رائج تھا چناں چہ ہجرت کے بعد اسی خط میں کتابت وحی ہوئی۔ (طبری)

علوم القرآن کی بنیاد رکھنے والے صحابہ کرام کے نام

خلفائے راشدین، ابن عباس، ابن مسعود، زید بن ثابت، ابی بن کعب، ابو موسیٰ اشعری اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم

فہمِ حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهٖ اَوْ نَفْسِهٖ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری شفاعت سے بہرہ مند وہی ہوں گے جنہوں نے خلوص قلب سے لاالہ الااللہ کہا ہو۔

تشریح: جو شرک کی بیماری میں مبتلا ہوگا اس کو شفاعت سے فائدہ نہ ہوگا' ہاں اگر شرک سے پاک ہوگیا ہے اور دوسرے قسم کے گناہ ہیں تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے فائدہ ہوگا۔ (رواہ البخاری)

امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری

آپ کا نام محمد بن اسماعیل ہے۔ آپ کی کنیت شیخ ابو عبداللہ ہے۔ آپ 13 شوال 194ھ کو بعد نماز جمعہ پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا انتقال آپ کی صغر سنی ہی میں ہوگیا تھا۔ آپ نے اپنی والدہ محترمہ کی تربیت و نگرانی میں ابتدائی تعلیم حاصل کی' پھر اپنی والدہ اور بڑے بھائی کے ساتھ حج کو تشریف لے گئے اور مکہ معظمہ میں ہی قیام کرکے تحصیل علم میں مشغول ہوگئے۔ مشہور ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بینائی چھوٹی عمر میں زائل ہوگئی تھی۔ آپ کی والدہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا' فرمایا: "خدا نے تمہاری دعاؤں کی وجہ سے بیٹے کی بینائی واپس کردی ہے۔" امام بخاریؒ صبح کو اٹھے تو بینا تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے بڑے علمی مرکزوں کے اکابر' شیوخ حدیث اور جلیل القدر فقہا سے استفادہ کیا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ و مشائخ میں بڑی کثرت علمائے احناف کی ہے اور آپ نے خود اپنے اساتذہ کی تعداد ایک ہزار اسی (1080) بیان کی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ وہ سب اصحاب حدیث تھے۔

کتنا خوش قسمت ہے

وہ انسان جو ایک ماہ میں نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کو یاد کرلے اور حدیث کی یہ قیمتی دولت اپنے ساتھ قبر کا نور بنا کرلے جائے۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ النَّارِ

جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ نے اس پر جہنم کو حرام کردیا (رواہ مسلم)

پڑوسیوں کے حقوق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

- اللہ کی قسم! وہ مؤمن نہ ہوگا' پوچھا گیا کہ کون؟ یا رسول اللہ! فرمایا: وہ جس کے پڑوسی اس کی تکلیف سے محفوظ نہ ہوں۔ (بخاری)
- جبرئیلؑ مجھے مسلسل پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے' یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ اس کو میراث میں بھی شریک کرلیا جائے گا۔ (مسلم)
- جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔ (بخاری)

فرہنگِ حدیث

اَلنَّاس: لوگ	مَنْ قَالَ: جس نے کہا	شِفَاعَتْ: سفارش
خَالِصًا: خالص	اَلْیَوْم: دن	قَلْبِ: دل

Burger Shack 07

حسنِ معاشرت

حقوق العباد کی ادائیگی

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

معاملات سے زیادہ معاشرت کا اہتمام ضروری ہے کیوں کہ معاملات کی اصلاح میں تو مسلمانوں کے مالوں کی حفاظت ہے جب کہ حسن معاشرت میں لوگوں کے قلب کی حفاظت ہے۔ دین کے ایک بڑے حصے کا تعلق معاملات سے ہے اور کثیر حصہ حسن معاشرت پر مشتمل ہے۔ معاشرت کی اصلاح میں آبرو کی بھی حفاظت ہے۔ معاشرت اچھی ہو تو لوگوں کی عزت محفوظ رہتی ہے۔ اگر کسی نے معاملہ اچھا نہیں کیا تو دوسروں کے مال کا نقصان کیا۔ اگر کسی نے معاشرت اچھی نہیں کی تو کسی کی عزت نفس مجروح کی اور عزت نفس کا مرتبہ مال سے بڑھا ہوا ہے۔ سب سے قیمتی چیز ایمان ہے، پھر جان ہے، پھر عزت ہے اور آخر میں مال ہے۔ آج دنیا مال کے چور کو تو چور کہتی ہے اور جو لوگوں کی عزتیں پامال کرتے ہیں اسے چور نہیں کہتی۔ یہ بھی تو ڈاکو ہیں۔ آج کوئی کسی کا موبائل چوری کرلے تو کہتے ہیں اوئے چوری کرلی اور کسی کی غیبت کرلے بے جا کسی کی عزت پامال کررہا ہو تو اسے کچھ نہیں کہتے۔ عزت کا مرتبہ مال سے زیادہ ہے تو مال کا ڈاکو ڈاکو کہلاتا ہے مال کا لینا والا چور کہلاتا ہے اور عزتوں کو پامال کرنے والا یہ کون ہے؟ یہ اس سے بڑھ کر ہے۔

معاشرت کی اصلاح میں آبرو کی حفاظت سب سے زیادہ اہم ہے۔ آبرو کی حفاظت ایمان کے بعد سب سے زیادہ ضروری ہے، کیوں کہ انسان آبرو کے لیے سب کچھ قربان کردیتا ہے، بل کہ بعض مرتبہ آبرو کے لیے انسان سب مال لگادیتا ہے اور بسا اوقات عزت بچانے کے لیے جان بھی قربان کردیتا ہے، ہر چیز قربان کردیتا ہے۔ حدیثِ حقوق میں بھی تینوں کی حفاظت کا حکم ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا: ”تمہارا خون، تمہاری عزتیں، تمہارے اموال، باہم ایک دوسرے پر قیامت تک حرام ہیں۔“ جیسے کسی کو جانی نقصان پہنچانا، مالی نقصان پہنچانا جائز نہیں تو میرے عزیزو کسی کی عزتِ نفس مجروح کرنا اس سے بھی برا ہے۔ جب تک حسن معاشرت نہیں ہوگی دوسرے کی عزتِ نفس محفوظ نہیں ہوگی۔

حقوق العباد ادا کرنا اوراد و وظائف کرنے سے بدرجہا ضروری ہے۔ اوراد و وظائف تو اس لیے پڑھے جاتے ہیں کہ اصل مقصود حقوق العباد کو ادا کرنے میں انسان سستی کا مظاہرہ نہ کرے۔ اس لیے ان مستحبات کا اہتمام کروایا جاتا ہے۔ ورنہ حقوق العباد جو فرائض میں سے ہیں ان کا تو اہتمام ہو ہی نہیں اوراد و وظائف چلتے رہیں، یہ اچھی بات نہیں۔ حقوق العباد کے ترک کرنے سے مواخذہ ہوگا جبکہ اوراد و وظائف کے ترک کرنے سے مواخذہ نہیں ہوگا، یہ تو مستحب ہیں۔

آج کل یہ حالت ہو چکی ہے کہ ہم لوگ ضروری کام چھوڑ کر کے غیر ضروری کام اختیار کرتے ہیں۔ پہلی صف میں نماز پڑھنی ہے دوسروں کو دھکا دے کر جارہے ہیں، کوئی کندھے پھلانگ کے جارہا ہے۔ ارے میاں! پہلی صف میں نماز پڑھنا مستحب ہے۔ ایک مستحب کے لیے حرام کام کررہا ہے۔ کُشتی کرکے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں، کتنوں کو تکلیف، کتنوں کو دھکا دیا۔ جب اللہ کے نبی نے بتایا کہ دور سے استلام کرلیا تو کافی ہے، تکلیف نہ پہنچاؤ کسی کو، ہم اس پر عمل پیرا کیوں نہیں ہوتے۔

حُسن معاشرت سے زندگی میں بڑی کشش آتی ہے۔ جسے اللہ پاک یہ دولت دے دے تو ہر آدمی اس کے ساتھ معاملہ کرنا چاہتا ہے، اس کے ساتھ رہنا چاہتا ہے، ہر آدمی اس کو اپنے قریب کرنا چاہتا ہے۔ معاشرت اچھی نہ ہو تو لوگ اس سے ایسے گھبراتے ہیں جیسے سانپ بچھو سے گھبراتے ہیں۔ ہر ایک کہتا ہے نہیں، یہ نہیں۔ اچھی زندگی اللہ کی طرف سے بڑی نعمت ہے۔

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا: ”یہاں کوئی چھوڑا نہیں جاتا، کان ضرور کھول دیے جاتے ہیں۔ الحمدللہ! یہاں سے کوئی محروم نہیں جاتا، کچھ لے کر ہی جاتا ہے۔ چاہے خفا ہو کر ہی جائے مگر جاتا ہے لے کر، کورا نہیں جاتا۔ فرمایا میں نہ تقویٰ سکھاتا ہوں نہ طہارت، نہ مجاہدہ نہ ریاضت، ہاں سکھاتا ہوں کہ دوسروں کو اذیت نہ پہنچاؤ۔ انسانیت سکھاتا ہوں موذی نہ بنو کہ وہ درندے ہوتے ہیں جنگل کے۔“ ایسے بنو کہ میری ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، یہ ہے بھائی دین داری۔ اس کی مشق کرنی ہے کہ میرے طرزِ عمل سے، میرے لین دین سے، میری زبان سے، میرے اٹھنے بیٹھنے سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ اس کی مشق کرنی ہے، بار بار اس کی مشق کرو۔

میرے عزیزو! ایسا کبھی نہ ہو، اللہ نہ کرے ایسا کبھی ہو کہ اللہ تعالی نے کسی آدمی کو دین کی کچھ نسبت دی ہے اگر اس کی معاشرت ٹھیک نہیں تو پتا نہیں وہ کتنوں کے دین پر آنے کے لیے غیر محسوس انداز میں رکاوٹ بن جائے گا اور یقین جانیے اگر معاشرت اچھی ہے اور اس کا ظاہری حلیہ دین کے مطابق ہے تو اللہ پاک اس کی ذات کو دین کی کشش کا ذریعہ بنادیں گے۔ اس کی ذات کو دعوت بنادیں گے۔ جہاں اٹھتا ہے، جہاں بیٹھتا ہے، جن سے معاملہ کرتا ہے ان کو خود بخود رغبت ہو جاتی ہے۔ اس کی ذات دعوت بن جاتی ہے کہ جو مجھ سے جتنا قریب رہے اس کو میری ذات سے اتنی زیادہ راحت ملے۔ سب سے زیادہ قریب کون ہوتا ہے؟ ماں، باپ ہوتے ہیں، بیوی ہوتی ہے۔ ساتھ بیٹھنے والے ہوتے ہیں۔ ان کو راحت نہیں پہنچ رہی ہے تو کوئی دین داری نہیں۔ میرے عزیزو! اس کی مستقل مشق کی جائے۔ یہ ہے مشق کرنے کی چیز کہ کسی کو میری ذات سے تکلیف نہ پہنچے۔

اللہ کے حقوق میں کمی ہو جائے وہ بخش دیں گے بڑے رحیم ہیں کریم ہیں مگر ان کے بندوں کو مت ستاؤ یہ سخت بات ہے۔ نفلوں میں کچھ کمی ہو گئی، کوئی بات نہیں۔ تلاوت کا معمول بہت بڑھیا نہ بنا سکے، گزارا ہو جائے گا۔ رات کو لمبی چوڑی تسبیحات نہیں پڑھ رہا، چل جائے گا۔ لیکن کسی کو تکلیف پہنچاتے رہے یہ صحیح نہیں، دین تو بڑی بات ہے، انسانیت کے لیے بھی اچھی بات نہیں۔

امام غزالیؒ فرمایا کرتے تھے کہ درندے اور حیوانات بھی تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک تو وہ ہیں جن کا کام ڈنگ مارنا ہے۔ فرمایا کہ وہ بچھو ہے۔ بچھو ڈنگ مارتا ہے نا تو اس کی صحت میں اضافہ نہیں ہوتا۔ اس کا کام ہے ڈنگ مارنا، تکلیف پہنچانا۔ دوسرا حیوان وہ ہوتا ہے جس کی ہر چیز سراسر نفع کی ہوتی، جیسے: بکرا، بکری وغیرہ۔ اس کے بال بھی نفع کے، اس کی کھال بھی نفع کی۔ تیسری چیز وہ ہوتی ہے جو نفع بھی نہیں پہنچاتی اور نقصان بھی نہیں۔ فرمایا کرتے تھے کم سے کم درندے تو نہ بنو کہ تمہارا کام ہی ڈنگ مارنا ہو چلو نفع بخش نہیں بن سکتے تو کم از کم ضرر رساں بھی تو نہ بنو، تکلیف تو نہ پہنچاؤ کسی کو۔

مطلوب سے پہلے تعین کا ہونا ضروری ہے کہ یہ تو واضح ہو کہ طلب کیا کرنا ہے؟ کھانا مطلوب ہے پانی مطلوب۔ طلب سے پہلے مطلوب کی تعیین ضروری ہے، کیا چیز چاہ رہے ہو۔ اللہ تعالی کو بزرگی سے پہلے آدمیت مطلوب ہے۔ پہلے آدمی بن جاؤ، پھر بزرگ بن جانا۔ اس آدمیت کا حاصل یہ ہے کہ میری ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ عمل کو مہتم بالشان سمجھنے کے بعد کوتاہی اور ہے۔ جس میں عوام تو کیا خاص بھی مبتلا ہیں، یعنی عمل کے اہتمام کے بعد ایک کوتاہی اور ہے وہ یہ کہ اعمال واجبہ کی وہ وقعت و عظمت قلوب میں نہیں جو غیر واجبہ کی ہے۔ مخلوقِ خدا کے حقوق واجب ہیں۔ اس کی اتنی عظمت و اہمیت نہیں ہوتی جتنی انسان اپنی طرف سے بنائے ہوئے اوراد کی تعین کرلیتا ہے۔ دن میں پتا نہیں کتنے وظائف کرلیتا ہے۔ عورتیں اوراد کا اتنا اہتمام کرتی ہیں کہ مجال ہے کبھی ناغہ ہو جائے۔ اتنے اہتمام سے پڑھتی ہیں لیکن جو حقوق ہیں ان کا بالکل خیال نہیں۔ عوام تو عوام اب خواص کا بھی یہی حال ہے، جو مستحبات ہیں ان کا اتنا اہتمام اور جو واجب ہیں ان سے بے اعتنائی برتی جارہی ہے۔ جماعت کا اتنا اہتمام نہیں جتنا اوراد کا اہتمام۔ اصل چیز اعمال واجبہ ہیں اور جو وظائف کرائے جاتے ہیں وہ اعمال واجبہ کو پورا کرانے کے لیے کہ اس کا اہتمام ہو جائے۔ جو مقصود ہے اس کی اہمیت ہی دل سے نکل گئی اس کی حقارت آگئی اور جو غیر مقصود ہے اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

اعمال واجبہ کے حقیر سمجھنے کا سبب ان کا عموم ہے کہ اس کو تو سب ہی کرتے ہیں، میری خصوصیت کیا ہوئی۔ گویا نعوذ باللہ انبیاء علیہم السلام ایسے کاموں کے لیے مبعوث فرمائے گئے تھے جن کو تم حقیر اور فضول سمجھتے ہو۔ توبہ کرنی چاہیے ان فاسد عقائد سے۔ اصل مقصود اعمال واجبہ ہی ہیں اور عموم ہونا ہی افضلیت کی دلیل ہے کہ سارے مسلمان ہی فجر پڑھتے ہیں، سارے مسلمان ہی عشا پڑھتے ہیں، سارے مسلمان مغرب پڑھتے ہیں اور یہ تو کوئی کوئی کرتا ہے تو جو حقوق واجب ہیں ان کا حکم پہلے ہے۔ جماعت کو حقیر کیوں سمجھ رہے ہیں؟ ارے، جماعت تو سب ہی پڑھتے ہیں نا! کوئی خاص کام کرو جس سے بزرگی کا پتا چل جائے۔ لوگ ایسے کام کرتے ہیں جس سے ان کی انفرادیت معلوم ہو جائے۔ کوئی نئی چیز لگے، کوئی نیا کام لگے۔ اس کی طرف آدمی کی توجہ زیادہ ہوتی ہے۔

حقوق العباد میں یہ ہے کہ میری ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ یہ سینکڑوں اوراد اور سینکڑوں نوافل سے بہتر ہے۔ ہم لوگ حقوق کا بالکل خیال نہیں کرتے۔ بس حکومت کرنا جانتے ہیں۔ یہ خیال بالکل نہیں کرتے جن پر حکومت کررہے ہیں ان محکوموں کا بھی ہم پر حق ہے۔ معاشرت کو تو دین کی فہرست سے نکال ہی رکھا ہے۔ ان میں بڑی غفلت ہو رہی ہے ان سب باتوں کا سبب دین سے دوری ہے۔ اللہ تعالی ہمیں دین کی صحیح سمجھ اور اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

رہنمائے زندگی

از ملفوظات حضرت امام صاحب حَفِظَہُ اللہ

- اگر آدمی کی نیت درست ہو اور وہ کوشش شروع کردے تو اللہ کی مدد آجایا کرتی ہے۔
- آج مسنون دعاؤں کا اہتمام پہلے سے زیادہ ضروری ہے، اس لیے کہ گناہوں کی نحوست کی وجہ سے ہر طرف شیطانی اثرات پھیلے ہوئے ہیں۔
- آپ ایسا ایک شخص بھی نہیں دِکھا سکتے، جس کی زندگی میں دعاؤں کا ذخیرہ ہو اور پھر بھی وہ ڈپریشن کا شکار ہو۔
- ماحول اچھا اختیار کیا جائے، ماحول کی برکت سے دین پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔
- جب مسلمان اللہ سے ڈرنا چھوڑ دیتا ہے تو پھر گھر کا پردہ بھی ہلے تو ڈرنے لگتا ہے، بل کہ اب تو مکھی اور مچھر سے بھی ڈرنے لگا ہے۔ اگر یہ اللہ سے ڈرتا تو اللہ اسے ہر چیز سے بے خوف کردیتا۔
- جب دِل جڑے ہوتے ہیں دین کی خدمت کرنے والوں کے تو پھر اللہ کی رحمت انہیں ڈھانپ لیا کرتی ہے۔

تصوّف کی حقیقت

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

آج اخلاق چندظاہری رسموں کانام ہوگیاہے اوراس کامقصد محض لوگوں میں مقبولیت حاصل کرنااوراثرورسوخ پیداکرنارہ گیاہے۔لیکن جواخلاق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے ہیں ان کی بنیادپر علم طریقت وجود میں آیاہے' آج لوگوں نے تصوّف صرف چنداورادوظائف اور مراقبات 'الہام وغیرہ کانام رکھ لیاہے'تصوّف درحقیقت اخلاق کے تزکیہ کانام ہے جس میں حسد'تکبر'ریاکاری'حبّ جاہ'حبّ مال وغیرہ نہ ہوبل کہ اس میں تواضع ' فنائیت 'صبر و شکر'اخلاص وللّٰہیت ہو'لیکن افسوس کہ اس میدان کو بھی اب چنداورادوظائف مراقبات والہات تک محدود کردیاگیاہے لیکن تزکیۂ اخلاق جواس کااصل مقصد ہے وہ پیچھے جارہاہے'حالاں کہ پہلے توباقاعدہ شیخ کے پاس جاکرتربیت ہوتی تھی۔ عجب 'تکبر'ریاکاری وغیرہ کاعلاج ہوتاتھا۔اخلاص وللّٰہیت وغیرہ کیسے پیداہواس کی تربیت دی جاتی تھی۔

قال را بگذز ار مردِ حال شو
پیش مرد کاملے پامال شو

تووہاں پامال ہوناپڑتاتھاوہ راستہ بھی اب رفتہ رفتہ چھوٹ رہاہے۔حضرت نانوتویؒ سے لے کرحضرت مدنیؒ ومفتی شفیع صاحبؒ تک ان میں سے کوئی ایسانہیں ہے جس نے فارغ ہونے کے بعدکسی اللہ والے سے رجوع کرکے اخلاق باطنہ کاتزکیہ نہ کیاہو۔حضرت نانوتویؒ'حضرت گنگوہیؒ جیسے جبالِ علم حضرت امداداللہ مکیؒ کے پاس جارہے ہیں جوضابطہ میں درس نظامی کے فارغ التحصیل بھی نہیں تھے۔ان سے اپنے اخلاق کاتزکیہ کرایا'یہ ساری باتیں ہمارے ماحول میں رفتہ رفتہ کم ہورہی ہیں ان پرہمیں توجہ کی ضرورت ہے'اورجب تک کہ دل سے حب جاہ وحب مال نہ مٹے 'تکبروعجب بھی نہ مٹے اس وقت تک بات میں تاثیر بھی پیدانہیں ہوتی'جس اللہ کے بندے نے اللہ والے سے اپنے اخلاق کومزکیٰ ومجلی کرالیاہووہ دوجملے بھی بول دے تووہ دل میں اترجاتے ہیں۔اوراگراس کے برعکس شہرت 'ریاکاری نام ونمود مقصودہوتولمبی چوڑی تقریریں بھی اس کان سے داخل ہوکردوسرے کان سے نکل جاتی ہیں'درحقیقت ہمیں اپنے کام میں مزید پختگی اوربہتری لانے کے لیےان باتوں کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔

اس لیے میں یہ گزارش کرتاہوں کہ ہم اپنے اکابرکی سیرتیں 'ان کے حالات اورسوانح کواپنے لیے حرزِجان بنائیں جیسے تذکرۃ الرشیدہے'تذکرۃ الخلیل ہے'سوانح قاسمی ہے'اشرف السوانح ہے'حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آپ بیتی ہے اس کوپڑھیں ان کے تذکروں اورباتوں میں نورہے'ان کوپڑھنے سے معلوم ہوگاکہ اسلامی اخلاق وکردارکیاچیزیں ہیں'اگرہم ان پرعمل کریں گے توہوسکتاہے اللہ تعالیٰ ان کے کرداراخلاق کاکوئی عکس ہماری زندگیوں میں پیدافرمادے کیوں کہ اس کے بغیرعلم کانام منورنہیں ہوتاہے۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (الفاطر:28)

میرے بھائیو! خشیت ان ہی تمام مراحل سے گزرنے کے بعدپیداہوتی ہے' اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کواپنی رضائے کامل کے مطابق صحیح معنی میں طالب علم بننے کی توفیق عطافرمائے اوراس کے حقوق اداکرنے کی توفیق عطافرمائے۔آمین

کم سمجھ طالب علم کی حکایت

ایک طالب علم نے میرے پاس (حضرت تھانویؒ)خط بھیجاکہ مجھ کوفلاں شبہ ہے،اس کے لیے کوئی دعابتلادیجیے۔میں نے لکھاکہ لاحول پڑھاکرو۔چندروزکے بعدوہ مجھ سے ملااورپھرشکایت کی۔میں نے پوچھااس سے پہلے میں نے کیابتلایاتھا؟کہنے لگا:لاحول پڑھنے کوبتلایاتھا،سوپڑھتاہوں۔اتفاقیہ بات میں نے دریافت کیاکہ کس طرح پڑھاکرتے ہو؟کہنے لگاکہ یوں پڑھاکرتاہوں:لاحول لاحول لاحول۔ (امثالِ عبرت ص:431)

Shangrilla
11

حضرت طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ

حذیفہ رفیق

حضرت طاوس بن کیسان رحمہ اللہ اپنے وقت کے بڑے فقیہ اور یمن کے بہت بڑے عالم اور حافظ حدیث تھے۔ آپؒ نسلاً فارسی تھے لیکن یمن میں ہی اپنی زندگی گزاری۔ تقریباً 50 حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آپؒ کی ملاقات ہوئی، جن میں حضرت زید بن ثابت، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ابو ہریرۃ، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم جیسے کبار صحابہ سے آپ نے احادیث سنیں اور علم حاصل کیا اور آپ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے خاص شاگرد تھے۔ عرصہ دراز تک آپ نے ان کی صحبت اٹھائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے گھر طلبا کا ہجوم رہتا تھا۔ تھوڑے طلبا اندر آتے، وہ فارغ ہو جاتے اور پھر دوسرے اندر داخل ہوتے لیکن ان کے علاوہ کچھ خواص شاگرد تھے جو شروع سے آخر تک آپ کے ساتھ رہتے اور آپ کے دروس سنتے۔ حضرت طاؤس کا شمار بھی انہی طلبا میں ہوتا تھا۔ ایک دفعہ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: ”میں تو یہ کہتا ہوں کہ طاؤس اہل جنت میں سے ہیں۔“

***

ان پر اللہ تعالیٰ کا خوف بہت غالب تھا۔ اس زمانہ میں جانوروں کی سینکی ہوئی سری ٹھیلوں اور دکانوں پر بکتی تھیں (یعنی بکرے وغیرہ کے سروں کو صاف کر کے اس کو سینک کر اور آگ پر تپا کر بیچتے تھے۔) حضرت طاؤس اگر راستہ میں گزرتے ہوئے کبھی یہ منظر دیکھ لیتے تو جہنم کی آگ کے خوف سے آپ رات کا کھانا نہیں کھا پاتے تھے حتیٰ کہ ایک دفعہ تو آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

آخرت کا خوف ان حضرات پر ہمیشہ غالب رہتا تھا اور یقیناً یہی وہ لوگ تھے جو کامیاب تھے کہ ہر وقت اپنی حقیقی منزل کو یاد رکھے ہوئے تھے اور ہم بد قسمتی سے دنیا کے مشاغل میں پڑ کر اپنی حقیقی منزل کو بھول چکے ہیں۔ ہم اس دن کو بھولیں یا یاد رکھیں، وہ دن ہمیں کبھی بھی نہیں بھولے گا۔ اللہ ہم سب کو آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

***

اپنے زمانے کے دیگر محدثین اور علما کی طرح عبادت کا عجیب ذوق رکھتے تھے۔ بالخصوص رات کے آخری پہر میں تہجد کی نماز میں تو گویا ان کی کیفیت ہی بدل جاتی تھی۔ ایک دفعہ حج کا قافلہ جا رہا ہے۔ حضرت طاؤس بھی اس میں ہم رکاب تھے۔ رات کو جس جگہ قافلہ نے پڑاؤ ڈالا، وہاں شیر آ چکا تھا۔ ساری رات لوگوں نے کرب اور مصیبت میں گزاری۔ صبح صادق سے پہلے اور رات کے پچھلے پہر شیر وہاں سے واپس چلا گیا۔ شیر کے جاتے ہی لوگوں نے اپنے اپنے بستر ڈال دیے۔ ظاہر ہے کہ ایک تو سفر کی تھکاوٹ تھی اور دوسرے اس زمانہ کا سفر آج کے سفر سے کئی گنا زیادہ پُرمشقت ہوتا تھا اور پھر پوری رات جاگ کر بھی گزاری تھی مگر اس سب کے باوجود ایک اللہ کا بندہ وضو کر کے درخت کی آڑ میں اپنی چادر بچھا رہا تھا۔ کسی نے کہا: ”حضرت! آپ سو نہیں رہے؟“ آپ نے کیا خوب جواب دیا۔ فرمایا: ”کیا اس وقت بھی کوئی سوتا ہے؟“ یعنی یہ تو وہ وقت ہے جب اللہ کی طرف سے یہ آواز لگتی ہے کہ ہے کوئی مانگنے والا؟ مگر افسوس کہ ہم اس وقت مدہوش ہوتے ہیں اور بارگاہ خداوندی کی صداؤں کے جواب دینے والے بہت کم ہوتے ہیں اور وہ کم لوگ بہت خوش نصیب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں شمار فرمائے۔ آمین

***

سجدوں کی کثرت کی وجہ سے آپ کے ماتھے پر نشان پڑ گیا تھا۔ آپ کا مستجاب الدعوات ہونا مشہور تھا۔ کسی شخص کو آپ نے تہجد کے وقت طلب کیا، جواب آیا کہ وہ سو رہا ہے۔ آپ نے حیرانگی سے کہا: ”کیا اس وقت بھی کوئی سوتا ہے؟“

آپ کا اپنے شاگردوں کے ساتھ یہ معمول تھا کہ عصر کی نماز کے بعد قبلہ رخ ہو کر ذکر اور دعا میں مشغول ہو جاتے تھے اور کسی سے بات نہیں کرتے تھے۔ یہ چیز ان کے ہاں علم کا حصہ تھی اور عبادت اور رجوع الی اللہ، خشیت اور انابت کو علم کا لازمی جز سمجھا جاتا تھا اور اس کے بغیر علم نامکمل تھا۔

ایک روایت کے مطابق 40 سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔ دنیا اور اہل مناصب حکومت سے شدید استغنا اور لاپروائی برتتے تھے۔ طمع و حرص تو دور کی بات ہے، کبھی للچائی ہوئی نظروں سے بھی ان چیزوں کی طرف نہیں دیکھا۔ ایک عجیب دعا مانگا کرتے تھے۔ فرماتے تھے: یا اللہ! مجھے مال و دولت اور بال بچوں کی کثرت سے بچا اور مجھے ایمان اور عمل نصیب فرما۔“ آپ ایک جگہ نماز پڑھ رہے تھے کہ قریب سے صوبیدار کی سواری گزری جس کا نام محمد بن یوسف تھا۔ (حجاج بن یوسف کا بھائی) حضرت طاؤس بن کیسان سجدہ میں تھے۔ کچھ دیر وہ حضرت کا انتظار کرتا رہا آخر اپنے آدمیوں سے کہا کہ طیلسان ان کے اوپر پھیلا دو۔ (طیلسان اس دور میں ایک انتہائی قیمتی چادر ہوتی تھی جسے حکام، وزرا، مشائخ، اہل مناصب اور جج وغیرہ اوڑھا کرتے تھے، جس سے ان کے منصب کا اندازہ ہوتا تھا۔) حضرت جب نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ ان کے کندھوں پر طیلسان ہے، کندھوں کو جھٹکا دیا اور چادر نیچے گر گئی اور آپ اٹھ کر چل دیے۔

محمد بن یوسف نے 700 دینار ایک تھیلی میں ڈالے اور طاؤس کے پاس ہدیہ بھجوانے کا ارادہ کیا اور معلوم تھا کہ یہ کام مشکل ہے، لیکن سرکاری لوگ ایک دوسرے کو تیار کرنے لگے کیوں کہ محمد نے یہ اعلان بھی کیا تھا کہ جس کے ہاتھ طاؤس نے یہ ہدیہ قبول کر لیا، اسے بڑا انعام دیا جائے گا۔ لیکن یہ معاملہ اس قدر آسان نہ تھا کہ ہر کوئی تیار ہو جائے کیوں کہ طاؤس کا مزاج مشہور تھا۔ آخر کار ایک آدمی نے حامی بھری اور وہ دینار لے کر آپ کے پاس پہنچ گیا۔

اس نے کہا: ”حضرت! یہ محمد نے آپ کے پاس اعزازی طور پر ہدیہ بھجوایا ہے۔“

طاوس نے کہا: ”مجھے ضرورت نہیں۔“

ایلچی: ”آپ ہدیہ نہیں لے رہے؟“

طاؤس اپنے کام میں مشغول ہو گئے اور وہ بے چارہ باہر آ گیا۔ حضرت طاؤس بارعب شخص تھے اور ان سے زیادہ بات کرنے کی کسی میں ہمت نہیں ہوتی تھی مگر اس نے سوچا کہ ایسے ہی لوٹ جانا اچھا نہیں ہے، روشن دان کھلا ہوا تھا، اس نے اس میں سے وہ تھیلی اندر پھینک دی اور چلا آیا۔

کچھ عرصہ بعد حضرت طاؤس نے کسی مسئلہ میں حکومت کی پالیسی کے خلاف فتویٰ جاری کیا۔ انہوں نے آدمی دوڑائے کہ طاؤس کے پاس جا کر ہماری رقم واپس لے آؤ۔ انہوں نے کہا کہ ”میں نے کوئی رقم نہیں لی اور نہ ہی مجھے اس بارے میں کوئی علم ہے۔“ اصل آدمی کو بھیجا گیا تو اس نے روشن دان سے جھانک کر دیکھا تو وہ تھیلی اسی طرح اس میں موجود تھی اور مکڑی اس پر اپنا جالا بنا چکی تھی۔ وہ اسے اٹھا کر واپس لے آیا۔

***

آپ کا بیٹا عبد اللہ بن طاؤس اپنے والد سے بار بار کہتا کہ ”ابا جان! یہ خلیفہ ظالم ہے اور ان کے گورنروں میں دین داری نہیں ہے۔ یہ سب گناہوں میں مصروف ہیں۔ لوگ آپ کی قدر کرتے ہیں اور آپ کی بات بھی مانتے ہیں اور آپ کا حلقۂ تعارف بھی بہت وسیع ہے۔ آپ اس کے خلاف بغاوت کر دیں، عوام آپ کے ساتھ ہو گی۔“ اس طرح کی باتیں وہ کرتا رہتا تھا مگر آپ سنی ان سنی کر دیتے تھے اور کوئی جواب نہ دیتے تھے۔

ایک بار حج کے سفر میں عبد اللہ آپ کے ساتھ تھا۔ راستے میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، وہاں اس علاقے کا گورنر بھی آ پہنچا، اس کا نام ابن نجیح تھا۔ وہ بہت تلخ مزاج اور بدکردار شخص تھا۔ فجر کی نماز میں سب اتفاق سے جمع ہو گئے۔ نماز کے بعد ابن نجیح حضرت طاؤس کے پاس آیا اور سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب نہیں دیا اور منہ پھیر لیا۔ وہ دوسری طرف آیا تو آپ نے پھر منہ پھیر لیا۔ تیسری طرف سے آیا تو آپ نے پھر منہ پھیر لیا اور اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ آخر کار وہ اٹھ کر جانے لگا۔

عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں یہ سب منظر دیکھ رہا تھا۔ گھبرا کر میں نے اس سے مصافحہ کیا اور دو تین جملے کہہ کر اپنے والد کی طرف سے معذرت کے انداز میں کہا: ”شاید وہ آپ کو پہچان نہیں رہے۔“ اس پر اس نے کہا کہ ”نہیں لڑکے! مجھے اچھی طرح سے پہچان چکے ہیں اس لیے انہوں نے ایسے کیا۔“

عبد اللہ واپس خیمے میں چلا گیا۔ ابا نے بلایا اور کہا: ”بیٹا کیا ہوا؟ تم تو کہتے تھے کہ ہم تلوار سے ان کا مقابلہ کریں اور تم تو ان کے آگے اپنی زبان تک نہیں (بقیہ ص 25 پر)

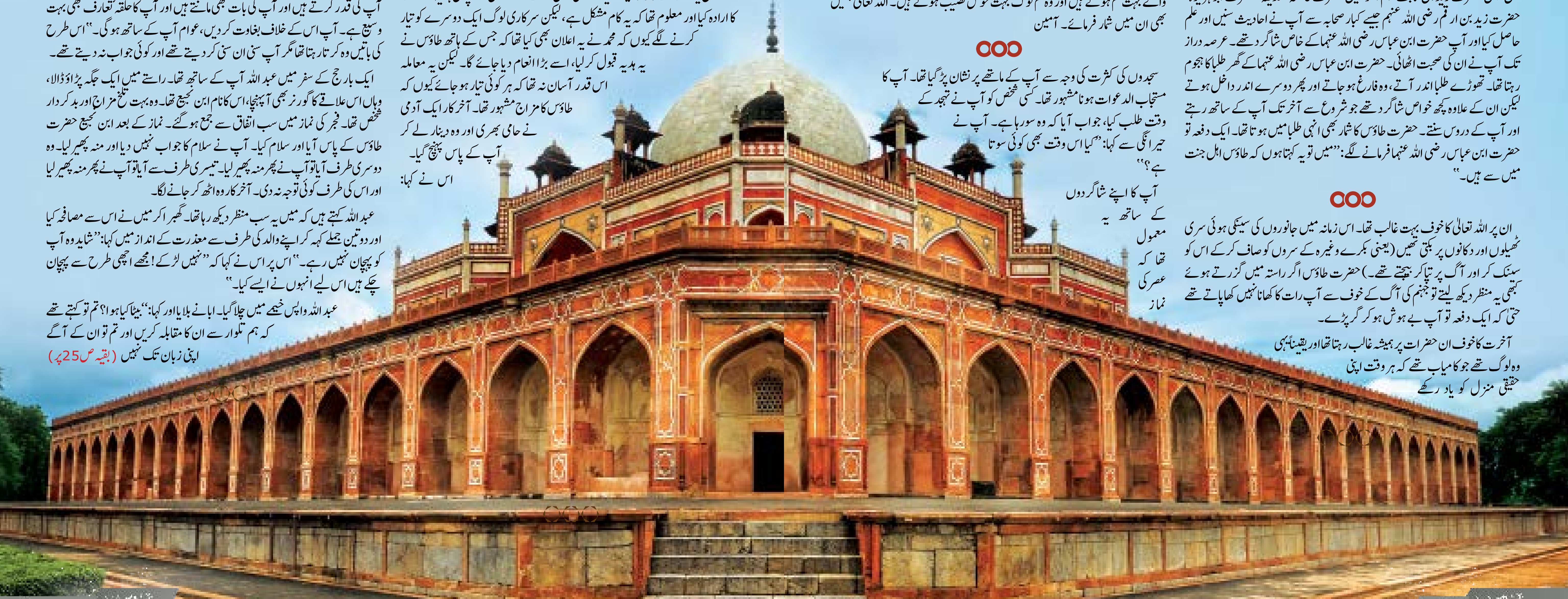

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خصوصی وصف ''معلم'' ہونا قرار دیا ہے۔ اس خصوصیت کا یہ عالم تھا کہ آپ کی جماعت کا ہر طالب علم امتیازی نمبروں سے پاس ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے تمام صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔ NED، IBA، LUMS اور DOW سمیت کوئی تعلیمی ادارہ ایسا بہترین 100٪ نتیجہ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی طالب علم کو میرٹ پر داخلہ نہیں دیا۔ دیہاتی و شہری، درشت و نرم خُو، امیر و غریب ہر قسم کے طالب علم کو کھلے دِل سے داخلہ دیا اور انہیں ایمان و اخلاق اور تہذیب و اقدار کے بامِ عروج پر پہنچا کر دَم لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیمی و تربیتی نظام کی خوبی یہ تھی کہ سب سے پہلے ہر شخص کے اخلاق پر محنت کر کے اسے ذہنی طور پر علم کو قبول کرنے پر آمادہ کیا جاتا تھا۔ جب علم کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی تو تعلیم کا عمل انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ انجام پاتا۔ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انما یحرم علی النار کل ھین لین قریب سھل" اس شخص پر آگ حرام ہے جو اپنی ذات کو اہم نہ جانے، نرم خُو ہو، ملنسار اور گھلنے ملنے والا ہو۔ یہ وہ خوبیاں ہیں جو انسان کو نہ صرف یہ کہ تکبر اور خود رائی سے بچاتی ہیں، بل کہ علمی ماحول میں تیزی سے ترقی کرنے میں مدد دیتی ہیں۔

بات لمبی ہوگئی۔ مجھے اپنے بچوں کے لیے بھی کسی ایسے ادارے کی تلاش تھی، جو نہ صرف معیاری تعلیم دیتا ہو، بل کہ بچوں کی نفسیات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے اُن کی ذہن سازی، فکری و روحانی تربیت اور تخلیقی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لیے بھی فکر مند ہو۔ گزشتہ شعبان ایک تفریحی دورے کے دوران ''جامعہ بیت السلام کراچی'' سے گزر ہوا تو مجھے یوں لگا کہ میری فکر مندی کا تسلسل رنگ لے آیا ہے۔ یہ غیر شدہ دورہ بھی کافی متاثر کن تھا۔ جامعہ کے چند اساتذہ اور طلبہ سے گفتگو نے اتنی بات تو فوراً واضح کر دی کہ اربابِ اختیار عزائم کی بلندی بھی رکھتے ہیں اور اصابتِ رائے کے لیے فکر مند بھی ہیں۔ پھر یہ اوصاف ان کے اساتذہ اور طلبہ میں منتقل بھی ہو رہے ہیں۔ ایک اہم ''تاثر'' یہ بھی رہا کہ تمام اساتذہ کی ادارے سے بھرپور ہم آہنگی ہے۔ ہر ایک ادارے کے مقاصد کو جانتا بھی ہے اور اس سے متفق بھی ہے۔

ہمت کر کے اگلا دورہ قصداً کیا، تاکہ تعلیمی نظام کو عملی طور پر دیکھ کر سابقہ رائے کی تجدید ہو سکے۔ انگلش لینگویج لیول 2 کی کلاس میں جانا ہوا۔ استاد خالد حبیب صاحب پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے یہ حیران کن انکشاف کیا کہ ان طلبہ میں سے اکثریت کو بالکل بنیادی ABC سے پڑھایا گیا ہے، لیکن حفظ کی برکت سے آج یہ بچے انگریزی بولنے اور لکھنے میں رواں ہو چکے ہیں۔ چشم دید مشاہدہ یہ تھا کہ استاد کی جانب سے انگریزی الفاظ میں جو ہدایات دی جا رہی تھیں، طلبہ اُن پر صحیح ردِ عمل دے رہے تھے۔ پھر نصاب پر تفصیلی بات ہوئی۔ طریقۂ تدریس پر بہت دِل چسپ مذاکرہ ہوا۔ اہم بات یہ تھی کہ بندہ کے ہر ٹیڑھے میڑھے سوال کا جواب محترم استاد انتہائی خندہ پیشانی سے دے رہے تھے۔

صحبت کا اثر مسلّم ہے۔ ایسے استادوں کی صحبت میں رہنے والے بچوں کے لیے اخلاق کی بلندی حاصل کرنے کا یقینا بڑا موقع ہے۔ یہ واضح رہے کہ میں نے اپنے بیٹے کو بھی اس دورے میں ساتھ رکھا تھا تاکہ وہ ادارے سے مانوسیت حاصل کرے۔ اس کے بعد انگریزی کے شعبے کے نگران محترم محمد علی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اُن سے بھی کورس کے مقاصد، آئندہ سالوں میں متوقع تبدیلیوں اور نصاب وغیرہ کے حوالے سے کافی دیر گفتگو رہی۔ سابقہ تاثر مزید مستحکم ہوا، کیوں کہ جو لوگ سوالات اور اختلافی رائے کو تحمل سے سن سکتے ہیں، وہی اپنے نظام کو مسلسل بہتر بنانے میں کام یاب ہوتے ہیں۔

خیر بندے کو تو داخلے کے لحاظ سے شرحِ صدر ہو چکا تھا، لیکن ابھی بیٹے سے پوچھنا باقی تھا۔ ہفتہ بھر گھر سے دوری، والدین، یار دوست اور مختلف تفریحی معمولات کا چھوٹ جانا اور نسبتاً پابند زندگی کی وجہ سے طبعی طور پر داخلے کا فیصلہ اتنا آسان نہیں ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا کہ اساتذہ کے رویّوں، طرزِ تدریس اور گزشتہ طلبہ کے ایسے تاثرات نے الحمدللہ بیٹے کو بھی اسی نتیجے پر پہنچا دیا۔

داخلے کا نظم کافی بارعب اور منظم تھا۔ بورڈ پر تمام ہدایات آویزاں تھیں۔ کسی خاص رہنمائی کی ضرورت نہ تھی، اس لیے مرحلہ وار سارے کام ہوتے چلے گئے اور امتیازی نتائج کے ساتھ داخلہ مل گیا۔ اس مرحلے پر ادارے کا انتظامی جوہر بھی سامنے آیا کہ قلیل مدت میں ادارے نے جو کچھ سیکھا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ادارہ مسلسل ''بہتر سے بہترین'' کی پالیسی پر کمر بستہ ہے۔ بعد میں یہ بات معلوم بھی ہوگئی کہ یہاں شورائی نظام ہے۔ مشاورت کی کئی صورتیں مسلسل جاری ہیں۔ حالات کا پوری طور پر جائزہ لے کر بہترین حل پر عمل کیا جاتا ہے۔ پھر وقتاً فوقتاً نظرِ ثانی کا عمل بھی جاری رہتا ہے۔ یوں نظام قابو میں بھی ہے اور بہتری کی جانب مائل بھی۔

آج کل بچوں کی تعلیم و تربیت ہر گھر کا اہم مسئلہ ہے۔ ان تاثرات کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جن لوگوں کو اپنے بچوں کی دنیا و آخرت دونوں بنانی ہوں تو وہ جامعہ بیت السلام کا دورہ ضرور کریں۔ یہاں کے طلبہ سے ملیں، ایک دِن رات یہاں رہ کر 24 گھنٹے کے معمولات کا جائزہ لیں۔ نصاب اور طریقۂ تعلیم پر مذاکرہ کریں، نیز استخارہ بھی کریں۔ امید ہے کہ میرا اور آپ کا نتیجہ مختلف نہ ہوگا۔ ایک وضاحت کر دوں کہ تعلیمی ادارے تو بہت سے کام کر رہے ہیں، لیکن مجھے جس خوبی نے اس ادارے میں سب سے زیادہ متاثر کیا ہے، وہ مسلسل نظرِ ثانی کا عمل ہے۔ اپنا احتساب فرد کرے یا ادارہ، خیر ہی بڑھتی ہے۔

ایک آخری بات بتا دوں کہ ایک اچھے ماحول اور معیاری ادارے میں داخل کروانے کے بعد بھی مجھے چھٹی نہیں ملی ہے، بل کہ اب میری ذمہ داریاں اور بڑھ گئی ہیں۔ ہر 15 دِن میں بچے کے اساتذہ سے مشورہ اور علمی و اخلاقی مذاکرہ ضروری ہو گیا ہے۔ تو آپ بھی اپنے بچوں کو اسی طرح وقت دینے کے جذبے کے ساتھ ادارے کا دورہ ضرور کریں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اولاد کو باصلاح اور باصلاحیت بنائے۔ امتِ مسلمہ کو اِن سے فائدہ ہو، وہ معاشرے پر اخلاقی بوجھ نہ بنے رہیں۔ جامعہ بیت السلام کا تعلیمی نظام اسی نہج پر قائم کیا گیا ہے جو سیرت کی روشنی میں شروع میں بیان ہوا۔ لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ ان کا 100٪ نتیجے کا سفر جاری رہے گا۔

بقیہ ٹِک ٹَک ٹِک

لیکن سچ یہ ہے کہ اب بھی وہ قدر نہیں ہو پاتی جو ہونی چاہیے' کیوں کہ وقت اگر معمولی چیز ہوتی تو اللہ تبارک وتعالی کہیں والفجر' کہیں والعصر' کہیں والصبح' کہیں والضحی' کہیں والنھار کہہ کر اس کی قسم نہ کھاتے۔ قیامت کہ دن جہاں اور سولات ہوں گے وہیں یہ بھی پوچھا جائے گا کہ اپنی عمر کہاں خرچ کی۔ (رواہ الترمذی)

زندگی اور موت کا کچھ پتا نہیں' میری نظروں کے سامنے ایک مرتبہ اٹھارہ گھنٹوں میں تین ایکسیڈنٹ ہوئے' دو تو ان میں سے مختصر سے وقفے سے مختلف جگہوں میں دیکھنے میں آئے' یہ تو صرف میری نظروں کے سامنے کی بات ہے' ایک وقت میں نجانے کتنے حادثات اور سانحات پیش آتے ہوں گے' جو ایسے کڑیل جوانوں کی موت کا سبب بنتے ہوں گے جنھیں اپنی موت کا خیال بھی نہ گزرا ہوگا!!! وقت کی قدر و منزلت پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے' لیکن معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد اس بارے میں کافی وافی ہے' جو اس پر عمل کرے گا' ان شاء اللہ دنیا و آخرت میں سرخ رو ہوگا:

اِغْتَنِمْ خَمْساً قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ۔ (رواہ الترمذی مسترسلا)

ترجمہ: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو: اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے' اپنی تن درستی کو بیماری سے پہلے' اپنی مال داری کو تنگ دستی سے پہلے' اپنی فراغت کو مصروفیت سے پہلے' اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔

آج جمعۃ المبارک کا دن ہے اور جنوری 2016ء کی ایک تاریخ' مزے کی بات یہ ہے کہ گھڑی بھی دوپہر کا ایک بجا رہی ہے۔

ٹِک ۔۔۔ ٹَک ۔۔۔ ٹِک

ٹِک ٹِک ٹِک

محمد سلیمان سافر

کمرے میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ قلم اٹھاتے ہی مجھے گھڑی کی حرکت کرتی ہوئی سوئیوں کی آواز سنائی دی جو زبان حال سے وقت کی قدر کرنے کا احساس دلا رہی تھی:

ٹِک۔۔۔ٹِک۔۔۔ٹِک

میں اپنے ماضی میں کھو گیا۔ بچپن کا وہ زمانہ کتنا سہانا اور حسین تھا... گھٹتے ' بڑھتے ' کبھی گول مٹول اور کبھی قوس جیسی صورت بناتے چندا ماموں سے دوستی... جنوں و پریوں کی عجیب و غریب کہانیاں... "چھپن چھپائی" اور "لال پری آنا' چھپ چھپ کہ آنا" جیسے کھیلوں میں جان اٹکی ہوئی ہوتی تھی' اور یہی ہماری کل سلطنت ہوتی تھی...اور کرکٹ کا بھوت توڑھائی تین سال کی عمر میں ہمارے سر پر سوار ہو گیا تھا۔ امی کہتی ہیں پلاسٹک کا چھوٹا سا بلا اور ننھی سی گیند گود میں رکھے بغیر تم سوتے ہی نہیں تھے' اور جب کوئی گیند کراتا تو بلا گھمانے کے ساتھ ہی تمھارا نعرہ ہوتا تھا:

"ابو آؤٹ' امی چھکا..."

چھے' سات سال کی عمر میں ہمارا صبح مدرسے اور دوپہر اسکول جانا شروع ہو گیا۔ چھٹی والے دن جب ہم گھر میں کچھ زیادہ ہی اودھم مچاتے تو امی ہمیں سو جانے کا حکم دیتیں۔ اس عمر میں بھی امی کو کبھی کبھار ہمیں لوری سنا کر سلانا پڑتا تھا۔ لوری میں وہ ہمارا نام بھی درمیان میں لاتیں اور ہم بڑے مان سے بار بار ان سے اپنا نام دوبارہ لینے کی فرمائش کرتے تھے۔ اس طرح ہم ان کی دھیمی اور محبت بھری آواز میں نجانے کب نیند کی آغوش میں جا چکے ہوتے تھے۔ پھر کوئی تیرہ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد ہمیں اسکول کی ثانوی سطح (سیکنڈری اسٹیج) میں داخلہ مل گیا۔ یہ زمانہ بے فکری اور لا ابالی پن میں گزرا' خصوصاً نویں اور دسویں کلاس کے سال تو نہایت غفلت اور لاپروائی میں گزر گئے۔

یہاں تک پڑھ کر آپ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ کون گم نام صاحب ہیں جو دعوت دیے بغیر اپنا تعارف کرائے چلے جا رہے ہیں...!؟ اس لیے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں لیکن یہ داستان رقم کرنے کا ایک مقصد ہے اور وہ یہ کہ حالات کا یہ تغیر' کبھی خزاں' کبھی بہار... کبھی گرمی' کبھی جاڑا... کبھی خوشی کہ لمحات' کبھی آنسوئوں کی برسات... کسی کا اقبال' کسی کا زوال... کسی کا آنا' کسی کا جانا... ہمیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرتا ہے' خود وقت کہ بقول

مری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ
ہر ایک سے آشنا ہوں لیکن جدا جدا رسم و راہ میری
کسی کا راکب' کسی کا مرکب' کسی کو عبرت کا تازیانہ
نہ تھا اگر تو شریک محفل' قصور تیرا ہے یا کہ میرا؟
مرا طریقہ نہیں کہ رکھ لوں کسی کی خاطر مئے شبانہ

دنیا کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجیے' جس نے وقت کی قدر کی' وقت نے اس کی قدر کی' وقت کی قدر نے فقیر کو بادشاہ' اور ناقدری نے بادشاہ کو فقیر بنا دیا۔

وقت کی قدر کی ایک جیتی جاگتی مثال اس وقت شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت سے مصافحہ کرنے کے لیے ان کے قریب گیا' دیکھا کہ حضرت کی زبان کسی کی بات سنتے ہوئے بھی مسلسل ذکر میں مشغول ہوتی ہے۔ اس بات کا دل پر گہرا اثر ہوا۔ اگرچہ حضرت سے پہلے بھی کئی بار مصافحہ کرنے اور بارہا ان کی زیارت کرنے کی سعادت ملتی رہی ہے' اور ان کے بارے میں یہ بات بھی پہلے سے معلوم تھی' لیکن اس مرتبہ دل پر اس بات کا عجیب اثر ہوا اور ایک جذبہ بے تاب دل میں جاگزیں ہو گیا کہ اب ایک ایک لمحہ کو کام میں لانا ہے۔

وقت کی قیمت و اہمیت پر ان گنت تحریریں پڑھیں اور بے تحاشا باتیں سنیں' لیکن آنکھوں کے اس مشاہدے کا اثر کچھ اور ہی تھا۔ اب کوشش کرتا ہوں کہ ہر ہر لمحے سے کوئی نہ کوئی کام لوں کہ

مجھ سے آگے ہیں میرے ساتھ نکلنے والے
بس یہی بات مجھے گرمِ سفر رکھتی ہے

(بقیہ ص 15 پر)

Arabian
16

مضاربت
کا شرعی دائرہ کار

غلام عباس

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی مختلف قسمیں پیدا کی ہیں۔ کسی کو مال سے اور کسی کو صلاحیتوں سے نوازا ہے۔
جہاں ایک آدمی اپنا مال اور دوسرا اپنی صلاحیتیں پیش کرے اور نفع میں باہمی رضامندی سے طے شدہ تناسب میں شراکت ہو' اس کو مضاربت کہا جاتا ہے۔
رقم فراہم کرنے والے کو رب المال اور اور کام کرنے والے کو مضارب اور سرمایے کو شریعت کی اصطلاح میں راس المال (Principal) کہا جاتا ہے۔
حضور ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کا مال مضاربت کی بنیادوں پر لے کر شام کا سفر کیا۔

مضاربت کی اقسام

مضاربت کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں۔

مضاربت مطلقہ
(Mudarabah unconditional)

اگر رب المال کی جانب سے کسی بھی قسم کی شرط نہیں لگائی گئی اور مضارب کو اس کی صوابدید پر کام کرنے کی اجازت دی گئی تو یہ مضاربت مطلقہ کہلائے گی

مضاربت مقیدہ
(Mudarabah Conditional)

اگر رب المال نے کوئی شرط لگادی جیسے کہ دیا کہ صرف کراچی میں کاروبار کرنا ہے یا کسی مخصوص پارٹی کے ساتھ کاروباری ڈیلنگ کرنی ہیں تو اس کو مضاربت مقیدہ کہا جائے گا اور اس صورت میں مضارب کو ان شرائط کی پابندی لازمی ہو گی کہ جو رب المال نے لگائی ہیں۔

اهلیت

سرمایہ کار وکیل بنانے کا اور مضارب وکیل بننے کا اہل ہو۔ لہٰذا نابالغ بچہ مضارب نہیں بن سکتا۔ اسی طرح پاگل اور مجنون بھی مضارب نہیں بن سکتے۔ سرمایہ نقدی کی شکل میں ہو' سامان' زمین اور لوگوں کے ذمہ قرض کو سرمایہ نہیں بنایا جاسکتا۔ البتہ اگر مضارب کو سامان دے کر یہ کہا جائے کہ یہ سامان فروخت کردو اور اس کی قیمت سے مضاربت کرو اور مضارب اسے قبول کرلے تو مضاربت صحیح ہو جائے گی۔ اسی طرح قرض وصول کرنے کے بعد بھی مضاربت کر سکتے ہیں۔

حلال بزنس

مضاربت صرف اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے جب مضاربت کے تحت کیا جانے والا بزنس حلال ہو اور ایسا بزنس نہ ہو جو شریعت کے اصولوں کے متصادم ہو' چنانچہ مضاربت کے تحت شراب اور سود پر مبنی کاروبار نہیں کیا جاسکتا' اسی طرح جوے اور قمار کا کاروبار بھی مضاربت میں ممنوع ہو گا' صرف انہی چیزوں کا کاروبار قانوناً صحیح ہو گا جو اسلام میں حرام یا ممنوع نہیں ہیں۔

نفع کی تعیین

مضاربت کے شرعاً صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ رب المال اور مضارب کے درمیان نفع کا باقاعدہ تعین ہو' نفع کی یہ تعیین حصص میں ہو گی یعنی فیصد میں جیسے چالیس فیصد رب المال اور ساٹھ فیصد مضارب کا یا حصص میں جیسے دو تہائی مضارب کا اور ایک تہائی رب المال کا یا بر عکس۔ لیکن اگر رب المال یا مضارب نے نفع کی تعیین اماؤنٹ میں کی مثلاً دس ہزار روپے رب المال یا مضارب کے لیے طے کر لیے تو یہ مضاربت شرعاً درست نہیں کہلائے گی بلکہ مضاربت فاسد ہو جائے گی۔

نقصان کس کا ہو گا؟

مضاربت میں اگر خدانخواستہ نقصان ہو جائے تو یہ نقصان صرف رب المال کا شمار ہو گا اور مضارب کسی قسم کی اجرت کا حقدار نہیں ہو گا اس کی محنت ضائع سمجھی جائے گی البتہ اگر مضاربت میں نقصان مضارب کی غفلت سے ہوا تو پھر مضارب سے اس نقصان کی تلافی ہو گی کیونکہ مضارب کی حیثیت اس میں امین کی ہے اور امین سے اگر امانت اس کی غفلت اور لاپرواہی کے نتیجے میں ضائع ہوتی ہے تو اس کی تلافی امین سے ہوتی ہے۔

کاروبار میں مضارب کی حیثیت

مضارب امین ہو گا اور جب تک وہ معروف طریقے سے عقد میں مذکورہ شرائط کا لحاظ کر کے کام کرتا رہے گا تو وہ ضامن نہیں ہو گا۔ کام کرنے کے دوران اس کی حیثیت وکیل کی اور نفع حاصل ہونے کے بعد شریک کی ہو جائے گی۔

مضاربت فاسدہ اور نفع کی تقسیم

مضاربت اگر کسی وجہ سے فاسد ہو جائے تو نفع سارا کا سارا رب المال کو ملے گا اور مضارب کو اس کے عمل کی اجرت ملے گی' مارکیٹ کے لحاظ سے اجرت طے کی جائے گی۔

مضاربت کے کام

مضارب مضاربت مطلقہ میں تجارت کے وہ تمام امور انجام دے سکتا ہے جو عرفِ عام میں تاجر کرتے ہیں اور اس کے لیے مستقل اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ سرمایہ کار کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو مضاربت پر نہ مال دے سکتا ہے اور نہ شراکت کر سکتا ہے۔ اسی طرح مضاربت کے مال میں اپنا مال نہیں ملا سکتا۔ اگر مضارب سرمایہ کار کی طرف سے مقررہ حدود کی خلاف ورزی کرے گا اور اس میں نقصان ہو گا تو مضارب اس نقصان کا ضامن ہو گا۔

اخراجات کی تفصیل

مضاربت کی مد میں ہونے والے تمام خرچے مضاربت میں سے ادا ہوں گے البتہ مضارب اپنے ذاتی خرچے مضاربت میں سے ادا نہیں کرے گا۔

مضاربت کی مدت

مضاربت کی اگر کوئی مدت مقرر ہوئی ہے تو وہ مدت پوری ہونے سے مضاربت خود ختم ہو جائے گی۔ اگر سرمایہ کار نے مضارب کو معزول کیا تو جب تک مضارب کو اس کا علم نہیں ہو گا وہ مضارب ہی رہے گا اور اس کا عمل مضاربت میں شمار ہو گا. معزولی کا علم ہونے کے بعد مضارب کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ مضاربت کے لیے کوئی کام کرے البتہ اگر سرمایہ سامان کی شکل میں ہو تو اسے فروخت کر کے نقدی (Cash) میں لانا جائز ہے۔

مضاربہ منیجمنٹ کمپنیاں

مضاربہ منیجمنٹ کمپنی مضاربہ آرڈیننس 1980 کے تحت رجسٹر ہوتی ہے' جس کو رجسٹرار آف مضاربہ رجسٹر کرتا ہے۔ مضاربہ کمپنی بنانے کے لیے رجسٹرار آف مضاربہ کو ایک درخواست جمع کروانی پڑتی ہے' جس میں پراسپیکٹس سمیت تمام ضروری ڈاکومنٹس منسلک کیے جائیں گے۔ پراسپیکٹس میں کمپنی کا نام' مضاربہ کی نوعیت' اس کی شرائط اور اس کے سرمایے کی تفصیل ہو سکتی ہیں۔

مضاربہ کمپنی بنانے کے لیے مندرجہ ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ھے

مضاربہ کمپنی میں ایک شریعہ بورڈ کا ہونا انتہائی ضرری ہے جو تین افراد پر مشتمل ہو گا' ان تین افراد میں سے ایک بورڈ کا چیئرمین ہو گا اور بقیہ دو مذہبی اسکالر ہوں گے جو شریعت کی اچھی سوجھ بوجھ رکھتے ہوں۔ بورڈ کے چیئرمین کے لیے ضروری ہے کہ اس کے اندر اتنی صلاحیت ہو کہ اس کو ہائی کورٹ کا جج بنایا جا سکتا ہو۔
مضاربہ کمپنی کی رجسٹریشن صرف اسی وقت ہو سکتی ہے جب شریعہ بورڈ اس بات کی منظوری دے دے کہ مضاربہ کمپنی کا بزنس حلال پر مشتمل ہے اور اس کمپنی کے تحت کیا جانے والا بزنس شریعت کے اصولوں کے متصادم نہیں ہے' چنانچہ مضاربہ کمپنی شراب اور سود پر مبنی کاروبار نہیں کر سکتی' اسی طرح جوے اور قمار کا کاروبار بھی مضاربہ کمپنی کے لیے ممنوع ہو گا' صرف انہی چیزوں کا کاروبار قانوناً صحیح ہو گا جو اسلام میں حرام یا ممنوع نہیں ہیں۔

محنت کی عظمت

محمد بلال

کسی بھی منزل مقصود اور گوہر نایاب کو حاصل کرنے کے لیے دو کام ضروری ہوتے ہیں...ایک رجوع الی اللہ یعنی دعائیں' کیوں کہ وہی ذات ہر منزل کی منتہا ہے' اسی ذات کی قدرت کل کائنات پر حاوی ہے...یہی وجہ ہے کہ حضرت انسان نے جب سے اس خالقِ حقیقی اور قادر مطلق ذات کی معبودیت کو یکسر نظر انداز کر کے اپنی عقل کو حرفِ آخر تصور کر لیا ہے اور احکاماتِ الٰہی کی رسی اپنے گلے سے نکال کر خود کو شترِ بے مہار ثابت کرنا چاہا ہے' تب سے نصرتِ الٰہی سے محروم ہوتا چلا گیا ہے... مگر ایک مسلمان ہونے کے ناطے اس بات کا یقین کرنا ہی پڑے گا کہ ترقی کے اس تیز رفتار سفر میں اپنے معبودِ برحق کی نصرت سے ہی منزلِ مقصود تک رسائی ممکن ہے۔

منزلِ مقصود کے تلاشنے میں دوسرا کام محنت اور جہدِ مسلسل ہے' کیوں کہ محنت ہی انسان کے اندر اس کی ترقی کی راہ میں حائل رکاوٹوں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کرتی ہے اور اس کو مزید آگے بڑھنے میں مدد فراہم کرتی ہے۔

اسلام میں محنت کا تصور

اسلامی تعلیمات میں غور و خوض کرنے سے نہ صرف محنت کا تصور ملتا ہے' بل کہ اسلام معاشرے کے ہر ہر فرد کو یہ تعلیم بھی دیتا ہے کہ محنت اور کوشش کے بغیر نہ خود وہ اپنی ذاتی زندگی میں کامیاب ہو سکتا ہے اور نہ قومی اور اجتماعی ترقی کا تصور کیا جا سکتا ہے' چناں چہ حضور اکرم ﷺ نے مسجد قباء کی تعمیر اور غزوہ احزاب میں خندق کی تیاری میں بھرپور محنت اور جانفشانی سے شرکت کر کے امت کو محنت و مشقت کا عملی نمونہ دکھایا... محض اس عملی نمونے پر بس نہیں بل کہ اس کے ساتھ ساتھ محنت کی ترغیب اور بھیک و گداگری کی ذلت اٹھانے سے اجتناب کا حکم بھی فرمایا' چناں چہ احادیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کے سامنے دست سوال دراز کیا' آپ ﷺ نے پوچھا: گھر میں کچھ سامان ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! ایک کمبل اور ایک پیالہ ہے' آپ ﷺ نے دونوں چیزیں منگوا کر ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ دو درہم کے عوض فروخت کر دیں... دو درہم سائل کو دے کر فرمایا: جاؤ! ایک درہم کا غلہ خرید کر گھر میں رکھ لو اور ایک درہم میں کلہاڑی خرید کر میرے پاس لے آؤ' جب وہ شخص کلہاڑی لے کر حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس میں دستہ لگایا اور پندرہ دِن کی مہلت دے کر رخصت کیا۔ پندرہ دِن بعد وہ صاحب دس درہم (اپنے ہاتھ سے لکڑیاں کاٹ کر کمائے ہوئے) لے کر حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے چند درہم کا کپڑا اور چند درہم کا غلہ خرید کر دیا اور فرمایا: کیا بھیک مانگ کر دنیاوی رسوائی کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن ذلت اٹھانے سے یہ بہتر نہیں...؟؟

محنت کا ثمرہ

حضرت انسان کی یہ فطرت ہے کہ جب کبھی وہ محنت کے بل بوتے کوئی کام پایۂ تکمیل تک پہنچاتا ہے یا کوئی کاروبار سر انجام دیتا ہے...تو بار بار اس کو تحسین آمیز نگاہوں سے دیکھتا ہے اور دوسروں سے بھی داد کا طالب ہوتا ہے...اگر کوئی شخص اس کی اس محنت کے ثمرہ کو ضائع کرنے کی کوشش کرتا ہے تو ماہی بے آب کی طرح تڑپ اٹھتا ہے' چناں چہ کتابوں میں ایک واقعہ آتا ہے' ایک غریب شخص جو سارا دن محنت مزدوری کر کے اپنے ننھے معصوم بیٹے اور اپنی بیوی کا پیٹ پالتا ہے' دھیرے دھیرے بیٹے نے بچپن کی بہاروں سے نکل کر جوانی کے نشیب و فراز میں قدم رکھا۔۔۔ مگر اس کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہ آئی' وہ شاید ہمیشہ "ابا جان! تم کماو' ہم کھائیں گے" کہہ کر خواب غفلت سے بیدار نہیں ہونا چاہتا تھا... بوڑھے والدین نے بہت سمجھایا کہ بیٹا! اب تم بڑے ہوگئے ہو...اسی دن کے لیے تمہیں پالا تھا... بوڑھاپے میں تجھے ہی اللہ کے بعد اپنا سہارا سمجھتا تھا... مگر بیٹے کے کان پر جوں تک نہ رینگتی۔۔۔ آخر کب تک...ایک دن بوڑھے باپ نے تنگ آکر کہا: اگر کل ایک درہم کما کر نہ لائے تو گھر نہ آنا...بیٹا یہ سن کر پریشان ہو گیا اور سوچنے لگا کہ اب کیا کروں؟...ماں سے اکلوتے بیٹے کی پریشانی دیکھی نہ گئی اور اگلی صبح چپکے سے ایک درہم دے کر رخصت کیا...شام کو گھر آکر وہی ماں کا دیا ہوا درہم ابا جان کو دیا... انہوں نے وہ آگ میں پھینک دیا اور اگلے دن دوبارہ لانے کو کہا... تین دن تک یوں ہی معاملہ چلتا رہا...روز شام کو ماں کا دیا ہوا درہم ابا جان کو دے دیتے' وہ انہیں آگ میں ڈال دیتے' اور بے اطمینانی سے کل دوبارہ لانے کو کہتے...چوتھے دن ماں نے بڑے پیار سے یہ کہہ کر خالی ہاتھ رخصت کیا:

(بقیہ ص 31 پر)

Perfect

21

مشترکہ مکان میں شرعی پردہ کرنے کا طریقہ

سوال: جس گھر میں پورا خاندان ساتھ رہتا ہو، وہاں پر شرعی پردہ کیسے کیا جائے؟ جبکہ نامحرموں (دیور، جیٹھ وغیرہ) کی آمد ورفت بکثرت رہتی ہو؟

جواب: صورت مسئولہ میں مجبوراً اتنا پردہ بھی کافی ہے کہ عورت حتی الامکان کھلے چہرے کے ساتھ سامنے نہ آئے، بلکہ گھونگٹ لٹکائے اور نامحرم کے ساتھ خلوت کا موقع بھی آنے نہ دے، ہنسی مذاق سے پوری احتیاط رکھے۔ یہ حکم اسوقت ہے جبکہ مکان میں تنگی کی وجہ سے اتنی گنجائش نہ ہو کہ نامحرم کی آمد کے وقت عورت مکان کے اندرونی حصہ میں جاسکے یا پردہ درمیان میں لٹکا سکے۔ اگر اس کی گنجائش ہو تو چہرہ چھپا کر بھی سامنے آنے سے اجتناب کریں۔ یہ تو عورتوں کا حکم ہے۔ مردوں کے لئے حکم یہ ہے کہ گھر میں اطلاع دیکر داخل ہوں، نگاہ نیچی رکھیں اور ہنسی مذاق نیز خلوت سے مکمل احتیاط کریں۔

ضرورت پڑنے پر نامحرم عورتوں سے گفتگو

سوال: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مردوں اور عورتوں کو الگ الگ مخاطب کر کے پردے کا حکم دیا ہے، جس کی بناء پر عورتوں پر نامحرموں سے پردہ کرنا اور مردوں کو نامحرم عورتوں کی طرف نہ دیکھنا فرض ہے، لیکن اس پُر فتن دور میں اس حکم پر عمل کرنا، بظاہر مشکل، بلکہ ناممکن نظر آرہا ہے، اس لئے کہ جدھر نظر ڈالیں ہر طرف عورتیں ہی عورتیں نظر آتی ہیں۔ دفتروں میں بحیثیت آفیسر یا سیکرٹری، اسپتالوں میں بحیثیت ڈاکٹر یا نرس، دکانوں میں بحیثیت مالک یا نوکر اور کالجوں ویونیورسٹیوں میں بحیثیت پرنسپل یا استاذ، اسی طرح دیگر شعبوں میں خواتین کسی نہ کسی عہدہ پر فائز ہیں اور کام کرنے میں انہی سے واسطہ پڑتا ہے اور ان سے مخاطب ہو کر بات کرنے پر ان پر نظر پڑتی ہے، اگر ان کی طرف مخاطب نہ ہوں تو کام نہیں ہوتا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ ایسی مجبوری کی حالت میں شریعت کی طرف سے کیا حکم ہے؟ آیا ان سے مخاطب ہونا اور ان کی طرف دیکھنا درست ہوگا یا نہیں؟

جواب: واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کسی ایسے کام کے کرنے یا اس سے رکنے کا حکم نہیں دیا ہے جو اس کی طاقت وبساط سے بڑھ کر ہو اسلئے (زمانہ جتنی بھی کروٹیں بدلے، گردش افلاک جتنے بھی تغیرات ظاہر کریں) شریعت کے کسی حکم سے متعلق یہ عذر قابل قبول نہیں ہے کہ فلاں حکم پر عمل کرنا کسی کیلئے بھی ممکن نہیں رہا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں شریعت کی طرف سے حکم یہ ہے کہ جب سخت مجبوری کی بناء پر کسی نامحرم سے بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات نہ کی جائے، بلکہ حتی الامکان نگاہ بچا کر بات کی جاسکتی ہے۔

والدین کی زندگی میں بیٹے کا اپنے نام جائیداد خریدنا

سوال: عمر نے اپنے والد زید کی حیات میں اس کے سرمایہ سے ایک مکان اور کچھ جائیداد اپنے نام سے خریدی، لیکن مرحوم (زید) نے نہ کوئی اعتراض کیا اور نہ اسے اپنے نام منتقل کرایا، البتہ وہ زید کے استعمال میں رہی، اور 19 سال تک زید اس کی آمدنی کو اپنے استعمال میں لاتے رہے۔ اب سوال یہ ہے کہ زید کے انتقال کے بعد وہ زمین عمر کی ہی رہے گی جیسا کہ اس نے اپنے نام پر خریدی تھی یا زید کے ترکے میں شامل سمجھی جائے گی جیسا کہ 19 سال تک اس کے استعمال میں رہی ہے؟

جواب: عمر نے جو زمین اپنے والد کی حیات میں اپنے نام سے خریدی ہے اور باپ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور نہ اپنے نام منتقل کروائی اور نہ انتقال رسمی کا مطالبہ کیا اور نہ اس بات کا کوئی ثبوت ہے کہ عمر کے نام خریداری

کی کارروائی فرضی طور پر کسی مصلحت سے کی گئی ہے ورنہ اصل خریداری زید کے لئے تھی تو اس صورت میں وہ زمین عمر ہی کی قرار پائے گی اور باپ کا اس کی آمدنی میں تصرف کرتے رہنا یہ والد کے مالک بننے کی علامت نہ ہوگی کیوں کہ باپ کے استعمال کی وجہ مکان کا مشترکہ ہونا اور باپ کا سربراہ ہونا تھا نہ کہ مالک ہونا۔

بیوی کے نام زمین خریدی تو مالک کون ہوگا؟

سوال: بعض لوگ پلاٹ یا مکان خریدتے وقت اپنے نام کے بجائے بیوی یا بچوں میں سے کسی کا نام لکھوادیتے ہیں، سرکاری کاغذات میں بھی وہ پلاٹ یا مکان اسی کے نام پر ہوتا ہے جس کا نام ابتدا میں لکھوایا گیا ہے۔ اب جواب طلب امر یہ ہے آیا اس مکان یا پلاٹ کا مالک خود خریدار ہوگا یا وہ جس کے نام پر یہ پلاٹ یا مکان خریدا گیا ہے؟

جواب: واضح رہے کہ پلاٹ یا مکان خریدتے وقت اگر خریدار کی نیت اسکو بیوی کو ہبہ کرنے کی اور پھر وہ ان کو ہبہ کرکے مالکانہ قبضہ بھی دیدے، تب تو یہ زمین بیوی کی ملکیت سمجھی جائے گی اور اگر خریدار کی نیت ہبہ کرنے کی نہ ہو اور نہ ہی اس نے ایسے الفاظ استعمال کئے جو ہبہ پر دلالت کرے، بلکہ اس نے محض کسی مصلحت کی وجہ سے سرکاری کاغذات میں بیوی کا نام اندراج کرادیا تھا تو اس سے بیوی مالک نہیں ہوتی، بلکہ شوہر ہی مالک رہا۔ خلاصہ کلام یہ کہ صرف نام اندراج کرانے سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی بلکہ ملکیت کے ثبوت کے لئے ہبہ اور قبضہ ضروری ہے، جب تک خریدنے کے بعد باضابطہ ہبہ کر کے قبضہ میں نہ دیدیا جائے صرف نام لکھوانے کی بناء پر ملکیت ثابت نہیں ہوتی۔

غیر مسلم ممالک سے بند ڈبوں میں درآمد شدہ گوشت کا حکم

سوال: غیر مسلم ممالک سے درآمد شدہ بند ڈبوں کے گوشت کا کیا حکم ہے؟ بعض کمپنیاں ڈبوں پر یہ لکھ دیتی ہیں کہ یہ گوشت اسلامی طریقہ کے مطابق ذبح کیا گیا ہے۔ تو ان کی بات صحیح مان لی جائے؟ مسلمان کو ایسا گوشت استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: ایسا گوشت نہ کھائیں البتہ جو لوگ ذاتی تحقیق کے بعد جائز وحلال ہونے کی بناء پر اس کو کھائیں تو ان پر کوئی اعتراض بھی نہ کیا جائے، ان کو یہ نہ کہیں کہ آپ نے حرام کھایا ہے، نہ ان کے ساتھ ایسا معاملہ کریں جیسا حرام کھانے والوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

رشوت کی جائز وناجائز صورتیں

سوال: آج کل ہر طرف رشوت کا بازار گرم ہے، کئی مواقع ایسے آتے ہیں کہ شریف آدمی بھی رشوت دینے پر مجبور ہو جاتا ہے، جواز وعدم جواز کے مواقع معلوم نہ ہونے کی وجہ سے سخت پریشانی ہوتی ہے اور بسا اوقات خاصا نقصان اٹھانا پڑتا ہے، اس لیے کوئی ایسا جامع ضابطہ بیان فرمادیں جسے سامنے رکھ کر ہر موقع کا حکم معلوم ہو جائے، تاکہ احکامِ شرعیہ کی پابندی اور نافرمانی سے بچنے کا اہتمام کیا جاسکے۔

جواب: رشوت لینے دینے کی تین صورتیں ہیں، ہر ایک کا حکم لکھا جاتا ہے:

1...حکومت سے قضاء یا اس جیسا کوئی منصب حاصل کرنے کے لیے

2...حاکم سے کوئی فیصلہ کروانے کے لیے

3...ظلم میں تعاون کے لیے

ان تینوں صورتوں میں رشوت لینا بھی حرام ہے اور دینا بھی۔

4...حاکم سے منع حق کا خطرہ ہو تو اس کو دفع ظلم کے لیے بھی رشوت دینا جائز نہیں، اس لیے کہ اس سے حاکم کی عادت بگڑے گی جو پوری قوم پر ظلم کا باعث بنے گی۔

5...جس سے ضرر کا اندیشہ ہو اسے رشوت دینا جائز ہے، لیکن اس کے لیے لینا حرام ہے۔ نقصان سے بچنے یا فائدہ حاصل کرنے کے لیے درمیان میں واسطہ بننے والے یعنی صرف سفارش کرنے والے کو رشوت دینا جائز ہے، البتہ سفارش کرنے والے کے لیے لینا جائز نہیں، ہاں اگر درمیانی واسطہ (سفارشی) کے ذمہ کوئی کام لگا دیا جائے تو اس کے لیے اس کام کی اجرت لینا جائز ہے، بشرطیکہ وہ یہ کام کرنے پر بذاتِ خود قادر ہو۔

والدین کے اختلافات کی صورت میں والد کا ساتھ دوں یا والدہ کا

سوال: میرے والدین میں آپس میں ناراضی ہے، بہت زیادہ سخت اختلافات ہوگئے ہیں، یہاں تک کہ دونوں علیحدہ علیحدہ ہوگئے ہیں، میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں اگر والد کا ساتھ دیتا ہوں تو والدہ صاحبہ ناراض ہو جاتی ہیں اور اگر والدہ کا ساتھ دیتا ہوں تو والد ناراض ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ مجھے گھر سے نکالنے پر آجاتے ہیں۔ مجھے یہ بتائیں کہ میں والدہ کی خدمت کرتا رہوں یا والد کی، میرے چار بھائی ہیں جو مجھ سے چھوٹے ہیں، وہ ماں کے ساتھ ہیں اور جو بڑے ہیں وہ والد کے ساتھ ہیں، والدہ کا خرچہ کوئی نہیں دیتا، میں نے اپنی سمجھ سے یہ وعدہ خدا سے کیا ہے کہ خدا کے بعد میری والدہ ہی سب کچھ ہے۔ آیا میں یہ سب کچھ ٹھیک کر رہا ہوں۔

جواب: آپ کے والدین کے اختلافات بہت ہی افسوس ناک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ عطا فرمائیں، آپ ایسا ساتھ تو کسی کا بھی نہ دیں کہ دوسرے سے قطع تعلق ہو جائے، دونوں سے تعلق رکھیں اور ان میں سے جو بدنی یا مالی خدمت کا محتاج ہو، اس کی خدمت کریں، ادب واحترام دونوں کا کریں، اگر ان میں ایک دوسرے کی خدمت سے یا اس کے ساتھ تعلق رکھنے سے ناراض ہوتا ہو تو اس کی پروا نہ کریں، نہ کسی کو پلٹ کر جواب دیں کیونکہ آپ کی والدہ بوڑھی بھی ہے اور ان کا خرچ اٹھانے والا بھی کوئی نہیں، اس لیے ان کی جانی و مالی خدمت کو سعادت سمجھیں۔

السی

باورچی خانہ اور ہماری صحت

حکیم شمیم احمد

"السی" کا نام پڑھتے ہی خواتین چونکی تو ہوں گی کہ باورچی خانہ سے السی کی کیا نسبت۔ حالانکہ یہ انسان کی جبلت ہے کہ وہ ہر اس چیز کی طرف لپکتا ہے جو قیمت کے اعتبار سے سستی ہو اور صحت کے لیے مفید بھی اور آسانی سے میسر آسکے۔ السی بھی انہی چیزوں میں سے ایک ہے۔ السی کے تیل اور بیجوں میں ایسی خصوصیات موجود ہیں، جو نہ صرف بچوں اور بوڑھوں بلکہ ہر عمر کے لوگوں کے لیے مفید ہیں۔

ایک مریض اور دو امراض

ایک آٹھ ماہ کے بچے کو مطب میں لایا گیا جو بیک وقت نزلہ، کھانسی اور دستوں کے مرض میں عرصہ دراز سے مبتلا تھا۔ جب کسی مریض میں دو امراض موجود ہوں تو اس وقت طبیب کی حذاقت کا بڑا امتحان ہوتا ہے، چنانچہ مقامی ڈاکٹر جب اس بچے کو نزلہ روکنے کی گرم دوائیں استعمال کرواتے تو بچے کو نزلہ، کھانسی میں تو افاقہ ہو جاتا لیکن دست شروع ہو جاتے اور جب دست روکنے کے لیے ٹھنڈی دوائیں استعمال کروائی جاتیں تو نزلہ، کھانسی شروع ہو جاتا۔ اس بچے کو السی اور سونٹھ پیس کر توے پر بریاں کر کے چٹکی بھر سفوف ماں کے دودھ میں شامل کر کے پلایا گیا۔ الحمد للہ چند خوراکوں میں بچے کو دونوں امراض سے شفا مل گئی۔

السی کا لعوق کتان.. کھانسی اور دمہ کا علاج

السی کے بیج اور اس کا تیل عام اور معروف شے ہیں۔ ہمارے ہاں بیج کے مقابلے میں اس کا تیل جو (Linseedoil) ہے زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ السی کو عربی میں کتان کہتے ہیں۔ کھانسی اور دمہ کے لیے مفید لعوقِ کتان اسی سے تیار ہوتا ہے۔ کھانسی اور دمہ کے مریضوں کے لیے اس لعوق کے علاوہ السی کے بیج کوٹ کر پانی میں جوش دے کر چھان کر اس میں شکر یا شہد شامل کر کے پلانے سے پھیپھڑوں سے بلغم آسانی کے خارج ہو جاتا ہے۔

السی کی چٹنی

مغربی اور وسطی ہند میں السی کو پیس کر اور اس میں نمک مرچ، سفید زیرہ ملا کر پاؤڈر کی شکل میں جو چٹنی تیار کی جاتی ہے۔ اسے خاص طور پر جاڑوں میں روٹی کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ اسے بلغم، ورم اور جوڑوں کے درد کے لیے بھی مفید سمجھا جاتا ہے۔

السی کے بیج.. قبض کشا ٹونک

السی کے بیجوں کا سفوف ریشے کی فراہمی کا ایک اچھا ذریعہ ہے۔ اس سے اجابت کی مقدار بڑھتی ہے اور اس کے تیل سے آنتوں کی خشکی بھی دور ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ بڑی آنت میں ورم اور بل پڑنے کی شکایت دور ہو جاتی ہیں۔

السی کا تیل.. اعصابی قوت کا خزانہ

السی میں سُن پَن اور ہاتھ پیروں میں سنسناہٹ کا احساس ختم کرنے کی خاصیت بھی ہوتی ہے۔ اس لیے السی کا تیل جسم کے مختلف اعضاء اور حصوں تک اعصابی پیغامات پہنچانے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ تیل دماغ کی پرانی بیماریوں اور پارکنسن جیسے امراض کے علاوہ نسیان کے مرض الزائمر اور ذیابطیس سے اعصاب کو پہنچنے والے نقصانات کو بھی دور کر سکتا ہے۔ اس سے جسم میں تھکن کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت بھی بڑھ جاتی ہے۔

السی میں قوتِ مدافعت

ایک شحمی تیزاب الفالینولینک ایسڈ اومیگا-3 کہلاتا ہے۔ یہ مچھلی اور السی کے بیج میں ہوتا ہے۔ حالیہ برسوں میں یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ اومیگا-3 قسم کی چکنائیاں قلب کے امراض سے محفوظ رکھتی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ دیگر امراض کے لیے بھی مفید اور کارگر ثابت ہوتی ہیں۔ السی کے بیج میں بھی اومیگا-6 نامی شحمی تیزاب ہوتے ہیں جو لینولیئک ایسڈ کہلاتے ہیں۔ یہ صحت بخش چکنائی نباتی تیلوں میں بھی ہوتی ہے۔ اس چکنائی کی علاوہ السی سے لگ نینز (Lignans) بھی فراہم ہوتے ہیں جو مختلف ہارمونز کو متوازن اور زیادہ صحت بخش حالت میں رکھتے ہیں۔ اس طرح جسم میں سرطان، بیکٹیریا، وائرسوں اور پھپھوندی (Fungus) کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ دیگر اکثر غذاؤں کے مقابلے میں لگ نینز السی میں آٹھ سو گنا زیادہ ہوتے ہیں۔

السی... سرطان کا علاج

السی کے تیل میں سرطان کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ لیکن مزید تحقیق اور مطالعوں کی ضرورت ہے۔ اس سے چھاتی، قولون (بڑی آنت) پروسٹیٹ (مثانے کا غدود) اور ممکن ہے کہ جلد کے مختلف سرطان کے خطرات بھی کم ہو جائیں۔ ٹورنٹو یونیورسٹی میں ہونے والی تحقیق سے یہ بات بھی منکشف ہوئی ہے کہ السی کا تیل ابتدائی اور شدید قسم کے چھاتی کے سرطان کا بھی مقابلہ کرنے میں خواتین کا معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ السی کے بیجوں میں ایسٹروجینز زنانہ جنسی ہارمون ایسٹروجین سے بہت ملتے جلتے ہیں اس لیے السی کا تیل خواتین کے ماہانہ سلسلے کے لیے مفید اور موئثر ثابت ہو سکتا ہے۔ اس کے استعمال سے خواتین میں ایسٹرجین اور پروجسٹرون میں توازن کے قائم ہونے سے نیز رحم کی کارکردگی بڑھ جانے سے تولیدی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

السی... بیماریوں کی دشمن

تازہ تحقیق بتاتی ہے کہ السی:

- سرطان، مرض قلب، موتیابند اور پتہ کی پتھری سے محفوظ رکھتی ہے۔
- جلد نکھارتی ہے۔
- بال اور ناخن مضبوط کرتی ہے۔
- السی کا استعمال بے اولادی کے لیے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔
- رحم کا اندرونی ورم السی کے استعمال سے دور ہو جاتا ہے۔
- گٹھیا اور جلدی مرض آکلہ (Lupus) کا ورم دور کرتی ہے۔
- السی ہارمونی امراض کا بھی موئثر علاج ثابت ہوتی ہے۔
- السی ایام کی تکلیف اور تشنج کے لیے مفید ثابت ہوتی ہے۔
- السی قبض اور بڑی آنت کی سوجن (Diverticulitis) کو دور کرتی ہے۔
- کیل مہاسے، ایگزیما، سورائسس، جلد پر سرخ دھبے، زخم اور سورج سے جھلسی جلد کے لیے مفید ثابت ہوتی ہے۔
- دافع ورم ہونے کی وجہ سے السی کا تیل ایام کی دوران ہونے والے درد اور اینٹھن یا چھاتی کے خلیات میں ورم اور تکلیف کا علاج بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

السی کا استعمال... بہت آسان

السی کے تیل کا استعمال سب سے آسان اور سہولت بخش ہوتا ہے۔ دن میں ایک یا دو مرتبہ چائے کا ایک چمچ آسانی سے پیا جا سکتا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ السی کا تیل غذا کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ اس طرح یہ جسم میں اچھی طرح جذب ہوگا۔ اسے دیگر اشیاء میں شامل کر کے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً سفوف کی صورت میں دال، سبزی، سالن، پھلوں کے رس، دہی وغیرہ میں ملا کر بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

السی کا تیل بہت محفوظ اور غیر مضر ہوتا ہے۔ شروع میں پسی ہوئی السی کے سفوف سے پیٹ میں اپھارے یا نفخ کی تکلیف ہو سکتی ہے۔ جو بہت جلد دور ہو جاتی ہے۔ اس میں سفید زیرہ شامل کرنے سے بھی یہ تکلیف دور ہو سکتی ہے۔ خشک پودینہ بھی پیس کر شامل کیا جا سکتا ہے۔ جن علاقوں میں اس کی چٹنی استعمال ہوتی ہے اس میں تھوڑی مقدار میں لہسن، ہرا دھنیا اور پودینہ بھی شامل کر دیا جاتا ہے۔

بقیہ حضرت طاوس بن کیسان

سنبھال سکے۔ (یعنی تم نے ان کے آگے جا کر ان کی خوشامد شروع کر دی حالاں کہ ان کے پیچھے تم ان کی برائیاں کرتے تھے اور جب سامنے آئے تو تم ان کے سامنے جھک گئے)"

دوستو! اگر ہم اپنے گریبان میں جھانکیں تو ہم میں سے اکثر کا بھی یہی حال ہے۔ طاؤس جیسے اللہ والے تو بہت کم ہوتے ہیں۔ خلیفۂ وقت امیر المومنین سلیمان بن عبد الملک کا بیٹا آپ کے پہلو میں آکر بیٹھ گیا۔ آپ نے سر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اس کی طرف اور اپنے کام میں مشغول رہے، یہاں تک کہ وہ اٹھ کر چلا گیا۔ بعد میں لوگوں نے کہا کہ حضرت! آپ اس سے سلام دعا تو کر لیتے۔ ان کی یہ بات سن کر آپ نے باوقار لہجے میں کہا: "میں نے چاہا کہ اسے پتا چل جائے کہ اس دھرتی پر اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جو ان کی دولت اور حکومت سے بے نیاز اور لاپرواہ ہیں۔"

8 ذی الحجہ سنہ 106 ہجری کو مکہ المکرمہ میں آپ کی وفات ہوئی۔ خلیفہ وقت ہشام بن عبد الملک نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ حضرت طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ کی مغفرت فرمائے اور ہمیں بھی ان حضرات کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

New Zaiby

26

پتھر سے موم

قسط نمبر 10

اہلیہ احسن احمد شریف

"بہت خوشی ہو رہی ہے مجھے کہ آپ جیسی اچھی لڑکی میری بیوی بنی...!!" گھر پہنچ کر عبداللہ نے وفا سے پہلی بات کی تھی۔

"اور مجھے بہت دکھ ہو رہا ہے...!!" اس کا لہجہ بہت کرخت تھا۔

"مگر کیوں...؟ کیا میں اچھا نہیں لگا آپ کو؟"

"بالکل بھی نہیں... کوئی اور اچھا لگتا ہے مجھے... تمہارے اس گھر سے بھاگ جاؤں گی میں کل... اور پھر اس سے شادی کرلوں گی...!" یہ بات تو اس نے عبداللہ کا دل دکھانے کے لیے کہی تھی، ورنہ اب تک اس نے کب کسی کو گھاس ڈالی تھی۔

"کل بھاگنے کا کیا مقصد ہے؟ اگر بھاگنا ہی ہے تو ابھی بھاگ جاؤ۔"

"بھاگنے دو گے مجھے تم...؟" وہ حیران رہ گئی۔

"ہاں...! میں نے سوچا ہے کہ تم جو چاہو گی... وہ کرنے دوں گا تمہیں میں۔"

"اچھا...! پھر ٹھیک ہے... میں چلی جاؤں؟" وفا ابھی تک حیرانی کے عالم میں تھی۔

"تمہاری مرضی ہے... لیکن یہ ایک گفٹ لایا تھا میں تمہارے لیے...!" عبداللہ نے اپنی جیب سے ایک خوبصورت ڈبہ نکالتے ہوئے کہا۔

"یہ گفٹ وغیرہ نہ دو مجھے... بس ایک چیز چاہیے مجھے تم سے... بتاؤ! دو گے؟"

"کیا چاہیے...؟"

"طلاق...!!!"

"اچھا...!! لیکن کیوں؟" عبداللہ اس کی ہر قسم کی بات ماننے کو تیار تھا۔

"تاکہ میں یہاں سے بھاگ کر اپنی پسند کی شادی کرسکوں!" وفا نے دوٹوک لہجے میں جواب دیا۔

"لیکن طلاق تو میں نہیں دے سکتا... کیوں کہ میرے اللہ نے مجھے اتنی پیاری اور معصوم سی بیوی دی ہے... تو میں بلاوجہ کیسے اس کو چھوڑ سکتا ہوں۔" عبداللہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں تو نہیں رہنا چاہتی ناں تمہارے ساتھ!"

"لیکن میں تو رہنا چاہتا ہوں تمہارے ساتھ!"

"کیا تمہیں پتا ہے... میں تمہارے جیسے شخص کو ایک لمحہ کے لیے بھی برداشت نہیں کرسکتی... اور پوری زندگی...!! IMPOSSIBLE (ناممکن)... پلیز مجھے طلاق دے دو۔"

"وفا... تم مجھ سے جو کہو گی... وہ میں تمہیں دینے کی کوشش کروں گا... لیکن یہ چیز... انشاء اللہ! کبھی بھی نہیں دوں گا۔"

"دینی تو پڑے گی تمہیں مسٹر... جس طرح میں رہوں گی ناں تمہارے ساتھ... تو تم مجبور ہو کر خود ہی مجھے طلاق دے دو گے۔"

"کس طرح رہو گی؟"

"نہ تو تم سے کبھی بات کروں گی... نہ ہی کبھی تمہیں دیکھوں گی اور اگر... تم نے مجھ سے بات کرنے کی کوشش کی ... تو میں تمہیں شوٹ بھی کرسکتی ہوں۔" وفا نے یہ کہتے ہوئے اپنے پرس سے ایک ریوالور نکال کر اپنی انگلی پر گھمایا۔

عبداللہ، وفا کی طرف سے کسی بھی قسم کے ردعمل کے لیے تیار تھا... اس لیے اسے وفا کے اس عمل پر کوئی حیرت نہیں ہوئی بل کہ وہ تو اس سے بھی زیادہ کے لیے تیار تھا... بہرحال...! وہ خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ کئی دنوں تک اس کی اور وفا کی کوئی بات بھی نہیں ہوئی... رات کو سوتا بھی وہ دوسرے کمرے میں تھا اور صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر اللہ سے دعا بھی کرتا کہ اللہ وفا کا دل نرم کردیں اور اس کے علاوہ اس کی کچھ کرنے کی ہمت نہیں تھی۔

ooo

وہ اپنے کمرے میں لیٹی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔

"وفا!" آج کئی دنوں کے بعد عبداللہ نے ہمت کر کے اسے پکارا تھا کیوں کہ اس کے صبر کا پیمانہ اب لبریز ہو چکا تھا مگر وفا نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"کب تک یونہی روٹھی رہو گی...؟ تم کچھ کہو تو صحیح... تم جو کہو گی، وہ میں کروں گا تمہارے لیے انشاء اللہ! مگر یہ ناراضگی اب تو ختم کر دو پلیز... تمہیں پتا ہے کہ میں تم سے بات کرنے کے لیے کتنا بے تاب ہوں؟" وفا نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تو اسے اس پر ترس آنے لگا۔

"آپ کو میں بتا چکی ہوں کہ میں آپ سے کیا چاہتی ہوں۔ میرے اور آپ کے لائف اسٹائل میں زمین آسمان کا فرق ہے... ہم دونوں کا نباہ ناممکن ہے۔"

"تو تم اپنا لائف اسٹائل میرے جیسا کر لو ناں!"

"NEVER (کبھی نہیں!)... تم ایسا سوچنا بھی مت!"

"تم پھر ایسا کرو کہ تمہارا جو بھی دل کرے... تم وہی کرو! میں تمہیں منع نہیں کروں گا اور نہ ہی کچھ کہوں گا... پھر تو رہو گی ناں میرے ساتھ...؟" عبداللہ نے پیشکش کی۔

"ایسا ہو ہی نہیں سکتا... مولوی اور سختی نہ کرے...! IMPOSSIBLE (ناممکن) میرے ڈیڈی تو تھوڑے سے مولوی بنے تھے... اور مجھ پر ظلم کے پہاڑ توڑ دیے انہوں نے اور... تم تو اچھے خاصے مولوی لگتے ہو... پتا نہیں کیا کیا کرو گے میرے ساتھ...؟"

"نہیں... کبھی نہیں... میں تم پر کبھی بھی اور کوئی ظلم نہیں کروں گا انشاء اللہ! یہ میرا وعدہ ہے تمہارے ساتھ...!"

"I DON,T BELEIVE IT! (مجھے یقین نہیں ہے اس بات پر!)"

"مجھ پر اعتبار کرو... تمہیں خوش رکھنے کی پوری کوشش کروں گا انشاء اللہ! اور ظلم...! اس لفظ کو تو تم بھول جاؤ بالکل... اس گھر میں انشاء اللہ کبھی تم پر کوئی ظلم نہیں ہو گا... پکا وعدہ!" عبداللہ نے یقین دلانے کی پوری کوشش کر ڈالی۔

"چلو! دیکھتے ہیں...!" وفا نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

ooo

اب وفا عبداللہ سے کچھ کچھ مانوس ہونے لگی تھی... عبداللہ کی بے پناہ محبت اور توجہ کی وجہ سے نا چاہتے ہوئے بھی وہ اس کی طرف بے ساختہ طور پر کھنچی چلی جا رہی تھی۔ عبداللہ نہ تو اسے کسی بات سے روکتا تھا اور نہ ہی اسے کچھ کرنے کا کہتا تھا۔ وہ خوش تھی کہ اب اس پر کسی بھی قسم کی کوئی پابندی نہیں تھی۔ حسن احمد سے تو وہ بالکل ہی قطع تعلق کر چکی تھی، البتہ اپنی والدہ سے وہ فون پر بات کر لیتی تھی مگر گھر نہیں جاتی تھی... اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ حسن کا سامنا ہی نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن حسن احمد اب اس کے لیے بے چین رہنے لگے تھے کیوں کہ آخر وہ ان کی اکلوتی اولاد جو تھی۔ ظلم، زیادتی اور غصہ وغیرہ جو کچھ بھی انہوں نے وفا کے ساتھ کیا... اپنے خیال میں اس کی بہتری ہی کے لیے کیا تھا، لیکن وہ یہ سب کہاں سمجھتی تھی... بہر حال! اب وہ عبداللہ کے گھر میں کافی حد تک مطمئن ہو چکی تھی اور اب اسے اپنی زندگی کی سب سے بڑی خواہش کو پورا کرنے کی جستجو تھی!

ooo

"عبداللہ...! آپ کو پتا ہے کہ میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے...؟"

"نہیں...!"

"ٹی وی آرٹسٹ بننا...!" وفا نے کچھ جھجکتے ہوئے کہا۔

وفا کی یہ بات سن کر عبداللہ کو جیسے کرنٹ سا لگا... اسے کچھ یاد آیا کہ محسن احمد نے اسے اس بارے میں بتایا تو تھا... اس نے اپنے اوپر قابو پانے کی کوشش کی۔

"اچھا...! اور کیا تمہیں پتا ہے کہ میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟" عبداللہ نے بظاہر مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں...!"

"کہ تم ٹی وی آرٹسٹ نہ بنو...!"

"لیکن آپ نے تو کہا تھا کہ آپ مجھے کسی چیز سے نہیں روکیں گے...! اور آپ نے مجھ سے PROMISE (وعدہ) بھی کیا تھا... پھر آپ تو اپنا وعدہ توڑ رہے ہیں...!"

"میں نے تو تمہیں اپنی خواہش بتائی ہے... مگر روکا تو نہیں ہے...!"

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ٹی وی آرٹسٹ بن جاؤں... آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے...؟" وفا کی حیرانی کے عالم میں آنکھیں پھیل گئیں۔

"اعتراض تو ہے وفا! تمہیں اللہ تعالیٰ نے صرف میرے لیے بنایا ہے اور اگر تم ٹی وی میں آؤ گی تو دنیا کے سارے مرد تمہیں غلیظ اور گندی نگاہوں سے دیکھیں گے۔ وہ تو شرور کی جگہ ہے اور جہنم کا گڑھا ہے اور یہ میں کیسے پسند کر سکتا ہوں کہ میری بیوی وہاں جائے۔" عبداللہ کی آنکھوں میں التجا تھی۔

"ٹھیک ہے ناں! بس تھوڑے دن مجھے اپنا شوق پورا کرنے دیں... پھر میں یہ سب چھوڑ دوں گی۔" وفا ضد کرتے ہوئے بولی۔

عبداللہ خاموش تھا۔

"میں نے اپنی فرینڈ کی ماما سے کہا ہے کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں، وہ بھی شوبز میں ہیں ناں! انہوں نے مجھے کل شام میں بلایا ہے۔ چلی جاؤں میں...؟"

(جاری ہے۔)

"پتا ہے امی! میں نے ایک جگہ پڑھا تھا کہ ایک شخص ہے، وہ روزانہ داڑھی صاف کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت دی تو اس نے داڑھی رکھ لی، اب اگر لوگ اس کا مذاق اڑا رہے ہیں تو درحقیقت اس کی داڑھی کا مذاق نہیں اڑا رہے بل کہ اتنے عرصہ جو اس نے داڑھی نہ رکھی، اس کا مذاق اڑا رہے ہیں کہ دیکھو اب تک یہ داڑھی مونڈتا رہا ہے۔ اگر شروع سے ہی داڑھی رکھتا تو کوئی بھی مذاق نہ اڑاتا... تو جو بھی میرے پردہ کرنے پر اعتراض کرتا ہے تو مجھے لگتا ہے کہ وہ اس بات پر اعتراض کرتا ہے کہ میں نے اتنے عرصہ تک پردہ کیوں نہیں کیا؟! اگر دنیا پر لات ماردی اور جنت میں چلی گئی اور دوسری عورت وہ ہے جو دنیا میں ہی لگی رہی اور اللہ پاک کی خوب نافرمانی کی اور اللہ کو ناراض کیا اور ایمان سے محروم ہو کر گئی تو دنیا نے اسے لات ماردی اور سیدھی جہنم میں چلی گئی۔

اے دنیا...!

تجھے سب جانتے ہیں...

تو کیسی ہے...

لیکن پھر بھی...

افسوس...

تو پردہ کرنے والی عورت نے تو ان کے تمام منصوبوں کا گلہ گھونٹا ہے۔ اس باپردہ عورت سے زیادہ کون بہادر ہو سکتا ہے؟"

ماہا کے پاس بھی دلائل کچھ کم نہ تھے۔ اس کے استاد صاحب کی بتائی ہوئی باتیں اس کے ذہن میں گونج رہی تھیں اور پھر اس کا پر اثر لہجہ، اس کی باتوں کا اثر کسی کو بھی متاثر کر سکتا تھا اور ایک بگڑے ہوئے شخص کی زندگی بنانے کے لیے کافی تھا اور اس کے لہجے کی وجہ... اس کی لگن، جذبۂ صادق اور محبت خداوندی تھی۔ خالی لکھے پڑھے الفاظ دوسروں پر

شروع سے ہی پردہ کرتی تو کوئی بھی اعتراض نہ کرتا۔

چناں چہ اس اعتراض پر مجھے اعتراض کرنے والے پر نہیں بل کہ خود پر غصہ آتا ہے کہ میں نے اتنے عرصہ تک اللہ کی نافرمانی کیوں کی؟ اور پھر اس ندامت پر اللہ پاک توبہ کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔ الحمدللہ! سچی توبہ سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔"

گناہوں کی اگر آئی ہے دامن پر ذرا سیاہی
تو اپنے آنسوؤں سے عشق اس کو دھوتا رہتا ہے

آج ماہا اپنی امی کو بہت ہی پیاری لگ رہی تھی۔

"امی! ایک عورت وہ ہے جو دنیا کی مشقتیں برداشت کر کے ایمان کو ساتھ لے گئی اور اس نے

تجھے سب مانتے ہیں...

اب بتائیں امی کہ کون سی عورت عقل مند ہوئی؟"

امی پیار سے اپنی ذہین بیٹی کو دیکھ رہی تھیں جو اتنی چھوٹی سی عمر میں ان سے زیادہ عقل مندی کی باتیں کر رہی تھیں۔ ذَالِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ

"اور پھر امی! جو عورت باہر برقع پہن کر اپنا برقع سنبھالتی ہوئی جا رہی ہے، اس نے تو پوری مغربی دنیا پر لات ماری ہے۔ انہی مغربی دنیا کا ہی تو پروپیگنڈا تھا کہ عورتوں کو مردوں کے شانہ بشانہ چلنا چاہیے اور مردوں کے برابر چلایا جائے اور بے پردہ کیا جائے۔

برسا دینا ہی کافی نہیں ہوتا بل کہ اس نے اپنے اندر ان سب باتوں کو اتارا تھا۔ اپنی زندگی کے ہر ہر لمحے کو عبادت بنا لیا تھا۔ بہترین انسان عمل سے پہچانا جانا جاتا ہے ورنہ اچھی باتیں تو دیواروں پر بھی لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ خود عمل کر کے طبیعت کے خلاف باتیں برداشت کر کے جب انسان خود کو سنوار لیتا ہے تو اس کا اٹھنا بیٹھنا بھی دوسروں کے لیے تبلیغ بن جاتا ہے۔ اس کی ہر بات اور ہر عمل میں ایک اثر اور خوبصورتی ہوتی ہے۔

سنا ہے کہ بولے تو باتوں سے پھول جھڑتے ہیں

بالکل ٹھیک کہا جاتا ہے کہ دین باتوں سے نہیں پھیلتا بل کہ عمل اور جذبۂ صادق سے پھیلتا ہے اور

فرق یہی ہے کہ باتوں میں کوئی بھی ماہر ہو سکتا ہے مگر عمل' اخلاص اور جذبۂ صادق ہر ایک کے پاس نہیں ملتا اور یہ بہت نایاب ہوتا ہے۔

ماہا کی والدہ اس کی باتوں اور اطمینان کو دیکھ کر بہت ہی خوش تھیں اور اس کا روشن' اجلا اور شاندار اور پاکیزہ مستقبل انہیں اپنی آنکھوں سے نظر آرہا تھا۔

ہیں قدم قدم پر میری منتظر نئی راہیں نئی منزلیں

ماشاء اللہ! ذہین تو محترمہ پہلے بھی تھیں مگر اب فطین بھی ہو گئی ہیں۔ ماہا نے اپنی امی کی گود میں سر رکھ دیا۔

ooo

ماہا بے انتہا خوش تھی کہ اس نے اپنی امی کو مطمئن کر دیا تھا۔ شکرانے کی نماز پڑھ کر دیر تک سجدہ میں گری آنسو بہاتی رہی۔

تصور عرش پر ہے وقت سجدہ ہے جبین میری
میرا پھر پوچھنا کیا؟ آسمان میرا زمین میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمین میری
جو ایک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

نماز ادا کر کے وہ اپنی ڈائری کھول کر بیٹھ گئی۔

قرار جب اس دل کو آتا ہے...
کشتی جب گرداب سے نکلتی ہے...
اک نام زبان پر آتا ہے...
...اللہ!...

یہ نظم اسے بے انتہا پسند تھی۔ پھر صفحہ پلٹ کر قلم ہاتھ میں لیا اور خود لکھنے لگی:

مجھے تیری ہی ہے جستجو...
تیری جستجو میں قرار ہے...
میں کروں نہ کیوں...؟
تجھے یاد یوں...
کہ ہو رگ و پے میں حلول تو...
پھر رواں رواں بھی یہ کہہ اٹھے...
تیری یاد میں ہی قرار ہے...
میں کروں نہ کیوں تیری جستجو...؟
تیری جستجو میں بہار ہے...
کیوں نہ تجھ پر ہی مرا کروں...
صرف تیرے لیے ہی جیا کروں...
جو بھی رات ہو جو بھی شام ہو...
وہ تجھی سے ہو تیرے ساتھ ہو...
مجھے کیوں نہ ہو تیری جستجو...
تیری جستجو میں بہار ہے...!

نظم مکمل کر کے اس نے ایک نظر صفحہ پر ڈالی۔ پھر الحمد للہ کہا اور اگلا صفحہ پلٹا تو اپنی پرانی تڑپ یاد آگئی۔

"شاید اس طرح گزشتہ کی تلافی ہو جائے..."

آنسو اور مسکراہٹ... دونوں کا کیا ہی خوبصورت امتزاج تھا جو ماہا کے چہرے پر تھا۔ (جاری ہے)

بقیہ محنت کی عظمت

میرے بیٹے! آج کچھ محنت کر کے ایک درہم لا کر ابا جان کو مطمئن کر لو' اس دن اس نے خوب محنت مزدوری کی...شام کو خوشی خوشی درہم لے کر ابا جان کے پاس پہنچا...ابا جان نے پہلے کی طرح آج بھی آگ میں پھینک دیا۔۔۔اب جب بیٹے نے اپنے سارے دن کی محنت سے کمایا ہوا درہم یوں آگ میں جلتا ہوا دیکھا تو ان سے رہا نہ گیا اور غصے سے بولے: میں نے سارا دن اپنا خون پسینہ ایک کر کے درہم کمایا اور آپ نے یوں آگ میں پھینک دیا' یہ بھی کوئی انصاف ہے؟ باپ نے کہا: ہاں بیٹا! آج تو نے واقعی محنت کی ہے...شاباش اس کو جاری رکھنا...

قدرت کا یہ مسلّمہ قاعدہ ہے کہ جو شخص بھی محنت کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی محنت کو ضائع نہیں فرماتے اور اس کو محنت کا صلہ دنیا یا آخرت میں مل کر رہتا ہے' چناں چہ سورۃ نجم میں ارشاد ربانی ہے: "اور نہیں ہے انسان کے لیے' مگر وہی جو اس نے کوشش کی" ہاں! البتہ محنت کے بغیر بلندیوں کو تلاشنے والا اپنے خیالوں میں ہی مکڑی کا جالا بن رہا ہوتا ہے' جس کو ہوا کا ایک تیز جھونکا اڑا لے جاتا ہے... یا شیخ چلی کی تقلید میں عمارات در عمارات تعمیر کرتا چلا جاتا ہے' جن کو بیداری خواب کا ایک جھٹکا زمین بوس کر دیتا ہے' کیوں کہ

مشقت کی ذلت جنہوں نے اٹھائی — جہاں میں ملی آخر ان کو بڑھائی
کسی نے بغیر اس کے ہر گز نہ پائی — فضیلت' نہ عزت' فرمان روائی
نہال اس گلستان میں جتنے پڑے ہیں — ہمیشہ وہ نیچے سے اوپر چڑھے ہیں

آج کے اس پرفتن دور میں جہاں ہر طرف تاریکیاں ڈھلتی نظر آرہی ہیں' وہاں ہر طرف بد محنتی اور بے عملی کا راج ہے... اگر کوئی حقیقت پسند کچھ دیر کے لیے دھوکے کی آنکھیں بند کر کے خود سے پوچھے کہ اس معاشرے میں کامیاب زندگی گزار کر منزلِ مقصود تک پہنچنے کا طریقہ کیا ہے...؟؟؟ تو دل دماغ کی یہ سرگوشی ضرور سنے گا: محنت کے بغیر کامیابی خواب ہے... خواب ہے... خواب ہے...

Al-gaffar

31

باپ کا بیٹی کے نام خط

محمد دانش

دعا کی اہمیت

میری سعادتمند بیٹی۔ ہزار ہا دعائیں

بیٹی! زندگی میں پیش میں آنے والے مسائل کے حل کے لیے نبی کریم ﷺ نے جو نسخے عطا فرمائے ان میں سے ایک اکسیر نسخہ دعا کا عمل ہے۔ اللہ غنی ہے، بے نیاز ہے۔ اس کے پاس آسمان و زمین کے خزانے ہیں بس اللہ سے کوئی مانگنے والا ہو۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ط (مومن:60) ترجمہ: اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ "مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا"

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "مَنْ لَمْ يَسْئَلِ اللهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ" (ترمذی) ترجمہ: جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

اور جو اس سے بار بار مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اپنا مقرب بنا لیتے ہیں۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ پس تم (ان نعمتوں پر) مجھے یاد کرو، میں تمہیں (عنایت سے) یاد رکھوں گا۔

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ "اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ" (ترمذی)۔ دعا عبادت کا مغز ہے۔

تمام انبیاؑ معصوم ہیں ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود وہ عجز و انکساری کے ساتھ دعا مانگتے ہیں۔ سیدنا حضرت ابراہیمؑ نے نبی کریم ﷺ کی بعثت کے لیے یوں دعا مانگی۔

"رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ" (بقرۃ:129)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! ان میں ایک رسول بھی بھیج جو انہی میں سے ہو، جو ان کے سامنے تیری آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاکیزہ بنائے۔ بیشک تیری اور صرف تیری ذات وہ ہے، جس کا اقتدار بھی کامل ہے، جس کی حکمت بھی کامل ہے۔

ان آیت سے واضح ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری حضرت ابراہیمؑ کی دعا میں شامل تھی اور اس طرح آپ نے یہ تجویز دی تھی کہ آپ بنی اسمٰعیل میں سے مبعوث ہوں نہ کہ بنی اسرائیل میں سے اس دعا میں آپؑ نے حضور نبی ﷺ کی تشریف آوری کے بنیادی مقاصد بھی بیان فرما دیے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعا اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوئی اور نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو قرآن و حکمت کی تعلیم دی اور ان کا تزکیہ کیا۔

نبی کریم ﷺ کثرت سے اس دعا کا اہتمام فرماتے تھے "يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ" ترجمہ: اے دلوں کو پلٹنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔

امّ سلمہؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ ﷺ کثرت سے یہ دعا مانگتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انسان کا دل اللہ تعالیٰ کے دونوں انگلیوں کے درمیان میں ہے جب چاہے جدھر چاہے پلٹ دیں۔

(1) حضرت نوح علیہ السلام کی دعا

"قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ"

ترجمہ: حضرت نوحؑ نے کہا "میرے پروردگار! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ آئندہ آپ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر آپ نے میری مغفرت نہ فرمائی اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں بھی ان لوگوں میں سے شامل ہو جاؤں گا جو برباد ہو گئے" (ہود آیت ۴۷)

(2) حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا

"فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قف اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ج تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ" (یوسف:101)

ترجمہ: آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا رکھوالا ہے۔ مجھے اس حالت میں دنیا سے اُٹھانا کہ میں میرا تیرا فرمانبردار رہوں اور مجھے نیک لوگوں میں شامل کرنا۔

(3) اصحاب کہف کی دعا:

"اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا" (کہف:10)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! ہم پر خاص اپنے پاس سے رحمت نازل فرمائیے اور ہماری اس صورت حال میں ہمارے لیے بھلائی کا راستہ مہیا فرما دیجیے۔

یہ چند نوجوان تھے جو ایک مشرک بادشاہ کے عہد حکومت میں توحید کے قائل تھے بادشاہ نے ان کو توحید پر ایمان رکھنے کی بنا پر پریشان کیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ ہم پر خاص اپنے پاس سے رحمت نازل فرمائیے اور بھلائی کا راستہ مہیا فرمائیے۔ اللہ رب العزت نے ان کی دعا مستجاب کی۔ چناں چہ انہوں نے غار میں پناہ لی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر گہری نیند طاری فرما دی اور وہ تین سو نو سال تک اس غار میں پڑے سوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس نیند کے دوران اپنی قدرت کاملہ سے ان کی زندگی کو بھی سلامت رکھا اور ان کے جسم کو بھی گلنے سڑنے سے محفوظ رکھا۔

(4) حضرت یونس علیہ السلام کی دعا

"فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ صلے اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ o فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ لا وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ط وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ" (انبیاء: 88)

ترجمہ: "(یا اللہ!) تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہر عیب سے پاک ہے۔ بیشک میں قصوروار ہوں" اس پر ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں گھٹن سے نجات عطا کی اور اسی طرح ہم ایمان رکھنے والوں کو نجات دیتے ہیں۔

(5) حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا

"وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ o فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ" (انبیاء:83-84) ترجمہ: اور ایوب کو دیکھو! جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا "مجھے یہ تکلیف لگ گئی ہے اور تو سارے رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ پھر ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں جو تکلیف لاحق تھی اسے دور کر دیا اور ان کو ان کے گھر والے بھی دیے اور ان کے ساتھ اتنے ہی لوگ اور بھی، تاکہ ہماری طرف سے رحمت کا مظاہرہ ہو اور عبادت کرنے والوں کو ایک یادگار سبق ملے"

(6) حضرت ابراھیم علیہ السلام کی دعا

"رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ" (شعراء:83) ترجمہ: میرے پروردگار! مجھے حکمت عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں میں شامل فرما لے۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ط اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ" (ابراھیم:39)

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحاق (جیسے بیٹے) عطا فرمائے۔ بیشک میرا ربّ بڑا دعائیں سننا والا ہے۔

(7) حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا

"قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ج اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ o فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ" (ص:35-36)

ترجمہ: "کہنے لگے کہ: میرے پروردگار! میری بخشش فرما دے اور مجھے ایسی سلطنت بخش دے جو میرے بعد کسی اور کے لیے مناسب نہ ہو۔ بیشک تیری اور صرف تیری ذات وہ ہے جو اتنی سخی داتا ہے۔ چناں چہ ہم نے ہوا کو ان کے قابو میں کر دیا جو ان کے حکم سے جہاں وہ چاہتے ہموار ہو کر چلا کرتی تھی۔" حضرت سلیمانؑ کو ہواؤں اور جنات اور پرندوں پر جو سلطنت حاصل ہوئی، وہ بعد میں کسی اور کو نہ ہو سکی۔ بیٹی! اللہ رب العزت نے ان برگزیدہ پیغمبروں کی دعائیں قبول کیں اس لیے ہمیں چاہیے کہ ان دعاؤں کو اپنی دعاؤں میں شامل کریں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى "وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ لا فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ o" (بقرۃ: 186)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو (آپ ان سے کہہ دیجیے کہ) میں اتنا قریب ہوں کہ جب کوئی مجھے پکارتا ہے تو میں پکارنے والوں کی پکار سنتا ہوں۔ لہٰذا وہ بھی میری بات دل سے قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں، تاکہ وہ راہ راست پر آ جائیں۔

دعاؤں کی تاثیر کا ایک دلچسپ واقعہ ملاحظہ ہو: ایک مریضہ جس کی شادی کو کچھ عرصہ ہوا تھا علاج کی غرض سے میرے مطب میں آئی میں نے نبض دیکھی تو اندازہ ہوا کہ ذہن پر کسی گہرے صدمے کی وجہ سے شدید دباؤ ہے۔ میں نے مریضہ سے کہا کہ آپ نے نسوانی تکلیف کے علاوہ جو آپ پر ماضی میں پہاڑ ٹوٹا تھا اس کا کوئی ذکر ہی نہیں کیا اس جملے پر وہ زار و قطار رونے لگی۔ میں نے اس کو تسلی دی اور کہا کہ بیٹی مجھے تفصیل بتاؤ تاکہ میں مسئلہ کا کوئی حل نکالوں۔ اس نے اپنا قصہ کچھ یوں بیان کیا کہ "میرے شوہر ملازمت کے لیے چھ ماہ سے ساؤتھ افریقہ گئے ہوئے ہیں۔ شوہر کے جاتے ہی میری ساس نے مجھے دھکے دے کر گھر سے نکال دیا" میں نے کہا کیا تم اپنے سسرال واپس جانا چاہتی ہو اس نے کہا: "کون اپنا گھر خود سے برباد کرنا چاہتا ہے۔ میری اور میرے والدین کی تو اس صدمے سے راتوں کی نیندیں اُڑ گئیں ہیں۔" میں نے اس کو نبی کریم ﷺ کی دعا پڑھنے کا مشورہ دیا آپ ﷺ جب مغموم ہوتے تو مسجد نبوی تشریف لے جاتے اور کثرت سے "يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ" پڑھنے کا اہتمام فرماتے چناں چہ اس نے حسب مشورہ اس دعا کو تہجد میں انتہائی خشوع خضوع سے پڑھا اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر مناجات کی۔ رات کو اللہ کے حضور نہ جانے کس طرح آہ و زاری کی کہ دوسرے دن ہی میرے مطب میں آ گئی اور کہا کہ میری ساس کا صبح ٹیلی فون آیا تھا کہ فوراً گھر چلی آؤ اب آپ کا کیا مشورہ ہے۔ میں نے کہا اللہ سبحانہ تعالیٰ نے تمہاری دعائیں قبول فرما لیں اور مجھے امید ہے کہ تمہاری لغزشوں کو بھی اس پروردگار نے معاف کر دیا ہو گا۔ جب ہی تو تمہاری ساس صاحبہ کے دل میں ہلچل مچ گئی اور تمہاری طرف سے بے چین ہو گئیں جب کہ چھ ماہ گزر گئے ان کے دل میں تمہارا کوئی خیال تک نہیں آیا تھا۔ غرض میں نے اس کو مشورہ دیا کہ اب تم اپنے سسرال جاؤ تو اپنی ساس سے ادب و احترام سے سلام کر کے یوں مخاطب ہونا "امی آپ نے مجھے ٹیلی فون کر کے بلایا میں سر کے بل چلی آئی آپ میری بڑی بزرگ ہیں آپ کا کہنا کیسے ٹال سکتی تھی اور پچھلی باتوں کا ذکر تک نہ کرنا اور نہ شکوہ شکایت کرنا" چنانچہ ان جملوں سے اس کی ساس صاحبہ بہت خوش ہو گئیں اور اس کو گلے سے لگا یا دعائیں دیں اور اس کا گھر آباد ہو گیا۔

میرے ایک شاعر دوست ملاقات کے لیے گھر تشریف لائے اور جب میز پر اور میرے اطراف کتابیں بکھری دیکھیں تو برجستہ یہ شعر کہا:

دعا بہار کی مانگی تو اتنے پھول کِھلے
کہیں جگہ نہ رہی میرے آشیانے میں

بیٹی! میرا یہ خط پڑھ کر آپ کو بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ دعاؤں کی کیا اہمیت ہے۔

دعا گو
آپ کے ابو

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

امّ مصطفیٰ

"کیا انہوں نے بچی کی پہلی شادی اور طلاق کا ذکر ان سے کیا ہے؟" سیٹھ قمر الدین نے ٹھہر ٹھہر کر سوال کیا۔

"جی...! ان کے علم میں ہے مگر لڑکا انگلینڈ میں رہتا ہے۔"

"ہوں..." سیٹھ صاحب نے گلہ کھنکارتے ہوئے کہا۔

"آپ کا اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟ کیا اسے باہر بھیجنا مناسب رہے گا؟" نجمہ بیگم ایک لمحے کے لیے اپنے میاں کو دیکھتی رہیں پھر انہوں نے ملیحہ کے لیے اس رشتے کو موزوں قرار دے دیا کیوں کہ ملیحہ کی آزادی اور اس کے ماڈرن ازم کے پیش نظر یورپی سوسائٹی میں اسے خود کو ایڈجسٹ کرنا دشوار نہیں ہوگا اور سیٹھ قمر الدین پرُسوچ انداز میں اپنی بیٹی کے مستقبل پر غور کرنے لگے۔

OOO

چند ماہ بعد

"عفیفہ...! میرے سفید کاٹن کی شلوار اور کرتا ہینڈ کیری میں رکھ لو' چوں کہ پہلے مدینہ طیبہ میں حاضری ہے اور تم جانتی ہو کہ وہاں کتنا اہتمام کرنا پڑتا ہے۔" عدنان نے عفیفہ سے کہا۔

"جی جناب! آپ کے کہنے سے پہلے ہی میں یہ کام سرانجام دے چکی ہوں۔ آپ بے فکر ہوجائیں۔" عفیفہ نے مسکراتے ہوئے عدنان کو جواب دیا۔

"عفیفہ! تم واقعی ایک مثالی بیوی ہو۔ تم کو پاکر میری زندگی واقعی بہت حسین ہوگئی ہے۔" عدنان نے اسے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو جنت کا بھی ساتھی بنائے۔ آمین۔"

عفیفہ اکثر عدنان کے ذومعنی جملوں کے جواب میں یہ دعائیہ کلمات کہا کرتی تھی۔ زندگی خوشیوں کے پنگورے ہلکوڑے لیے گزر رہی تھی۔ عمرہ کے مبارک سفر سے واپسی کے بعد اور پھر چند ماہ کے بعد ننھے انس کی آمد نے ان کی خوشیوں میں چار چاند لگادیے۔

OOO

ملیحہ جب سے شہروز سے منسوب ہوئی تھی' تب ہی سے اس کے انداز ہی نرالے تھے۔ اس کے یورپ جانے میں ابھی چند ماہ باقی تھے لیکن اس کی شاپنگ کی ناقابل بیان لسٹ اور سیٹھ قمر الدین کا پیسہ پانی کی طرح خرچ ہورہا تھا۔ شہروز بھی ملیحہ کی فطرت جان چکا تھا اس لیے اس نے بھی اپنی فرمائشوں کی لسٹ اسے SEND کردی تھی۔ دن بھر شاپنگ اور رات بھر نیٹ پر شہروز سے گفتگو اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ شہروز ایک لالچی طبیعت کا مالک تھا' جس کو ملیحہ محبت کا نام دیتی تھی۔ آخر یہ چند ماہ بھی پلک جھپکتے ہی گزر گئے اور ملیحہ انگلینڈ سدھار گئی۔

OOO

چھے سال بعد

انس اپنے بابا کے ساتھ مارکیٹ جانے کے لیے ضد کررہا تھا جب کہ عفیفہ اس کو قرآن پاک کا سبق یاد کرنے کا کہہ رہی تھی۔

"امی! میں بابا کے ساتھ مارکیٹ جانے کی دعا بھی پڑھوں گا اور اس طرح بابا کو بھی پڑھادوں گا۔ بابا کو وہ دعا یاد نہیں ہوتی ہے ناں' اس لیے کہ وہ تھوڑی بڑی ہے۔ پھر آپ کو پتا بھی ہے کہ بابا صرف چوتھا کلمہ پڑھ کر کام چلالیتے ہیں۔" عفیفہ اپنے بیٹے کے خوشامدی انداز پر مسکرانے لگی جب کہ عدنان نے قہقہہ لگایا۔

"بھئی! ہمارا بیٹا تو پکا سیاست دان بنتا جارہا ہے۔" اس طرح انس اپنے بابا کے ساتھ بازار جانے کے لیے تیار ہوگیا۔

عفیفہ اپنے بیٹے کی تربیت مکمل شریعت اور سنت کے دائرہ میں رہ کر کررہی تھی بل کہ اس نے عدنان کے دل میں بھی اسلام اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا بیج پیوست کردیا تھا۔ اس طرح دین کو دل میں اور دنیا کو مٹھی میں لے کر یہ پورا خاندان کامیابی اور خوشحالی کی طرف گامزن تھا۔ سیٹھ صلاح الدین بھی اپنی نیک سیرت بہو کا دم بھرتے تھکتے نہ تھے کہ جس کی آمد نے ان کے دینی رجحان کو تقویت بخشی تھی۔ وہ بہو ہی کے ایما پر کئی سہ روزے لگاچکے تھے اور اب چلّے کا بھی ارادہ کرچکے تھے۔

OOO

انس کے بعد سعد کی آمد نے عفیفہ کو مزید مصروف کردیا تھا جب کہ عدنان بھی اپنے والد سیٹھ صلاح الدین کے چلّے میں چلے جانے کی وجہ سے کافی مصروف رہتا تھا کہ اچانک ایک دن عفیفہ کے پیٹ میں شدید درد اٹھا جس نے عفیفہ کو تڑپا کر رکھ دیا۔

"تم ایک اوباش مرد ہو۔ میں یہ نہیں جانتی تھی کہ میں تم جیسے ہوس پرست کے پلّے باندھی جارہی ہوں۔" ملیحہ نے چلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھاہ...!!!" ایک زناٹے دار تھپڑ ملیحہ کے چہرے کو لال کرگیا۔

"تمہاری زبان بہت چلنے لگی ہے ملیحہ بیگم! اپنی خودسری اور آزاد خیالی کو لگام دو۔ یہ میں ہی تھا جس نے تم جیسی مطلقہ کو اپنایا ورنہ اب تک باپ کے پاس بیٹھی بوڑھی ہورہی ہوتی۔ عدنان نے تو چند ماہ میں ہی تم سے جان چھڑوالی۔ اب میں جیسا کہوں' ویسا ہی کرنا پڑے گا ورنہ اسی کمرے میں مار مار کر تمہاری قبر بنادوں گا اور تمہارا کوئی نام ونشان تک نہیں رہے گا۔"

شادی کے چند ماہ تک تو شہروز نے ملیحہ کے خوب ناز و نخرے اٹھائے کیوں کہ سیٹھ قمر الدین نے اپنی بیٹی ملیحہ کو ہزاروں ڈالرز خرچ کرنے کے لیے دیے تھے لیکن جیسے ہی یہ ڈالر ختم ہوتے گئے شہروز کی شوخیاں تلخیوں میں بدلتی گئیں۔ دراصل شہروز کلب اور جوئے کا رسیا تھا۔ نہ صرف رسیا تھا بل کہ پکا جواری تھا۔ جس دن جوئے میں جیتتا' اس دن اس کی عید ہوتی تھی اور جس دن ہار گیا اس دن باسی عید۔ اب تو وہ ملیحہ سے اپنے اس نشے کو پورا کرنے کے لیے پیسوں کا بھی تقاضا کرنے لگا۔ شروع شروع میں تو ملیحہ نے اپنے والد سے رقم منگوائی مگر پھر وہ شہروز کے ان تقاضوں سے تنگ آکر انکار کرنے لگی۔ پھر ایک دِن تو حد ہوگئی جب

(جاری ہے)

بقیہ

زینت بیگم نے معاملے کو سنبھالتے ہوئے کہا: "جو ٹھیک ٹھیک الفاظ میں پیالہ چاٹنے کی سنت بتائے گا' وہ ہی اس پیالے کا حق دار ہوگا۔"

راحمہ اس صورت حال سے بہت محظوظ ہورہی تھی۔ تینوں نے سنتوں کے الفاظ سنائے اور آخر کار عفرا اپنے صحیح لفظوں کی وجہ سے جیت گئی کہ

"جو شخص پیالے میں کھائے اور پھر اس کو چاٹے تو پیالہ (برتن) اس کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے۔" (ترمذی' ابن ماجہ)

اب سب سے آخر میں کھانے کے بعد کی دعا پڑھی گئی: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔"

ترجمہ: "تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا' پلایا اور مسلمانوں میں سے بنایا۔"

عائشہ نے راحمہ کو بتایا کہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے ساتھ ساتھ کلّی بھی کرنی چاہیے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کی سنت ادا کرنے سے غربت دور ہوتی ہے اور بعد میں ہاتھ دھونے اور کلّی کرنے سے غم اور موٹاپا دور ہوتا ہے اور سائنسی تحقیق کے مطابق اس طرح دانتوں اور منہ کی کئی بیماریوں سے بھی نجات حاصل ہوتی ہے۔"

امی نے بیٹھے بیٹھے ہی دسترخوان کے برتن سمیٹے اور عفرا نے دسترخوان سمیٹتے ہوئے یہ دعا پڑھی:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مُكْفِيٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا۔" (بخاری و ترمذی)

راحمہ نے بڑی توجہ سے یہ سب دیکھا تو اس پر زینت بیگم نے اسے بتایا کہ یہ بھی ایک سنت ہے کہ:

"دسترخوان پہلے اٹھالیا جائے اور اس کے بعد کھانے والے اٹھیں۔" (ابن ماجہ)

اور ہاں! دسترخوان سمیٹتے ہوئے جتنے بھی دانے یا کھانے کے ذرات ہوں' ان کو سمیٹ کر یا تو خود کھالیں یا پھر پرندوں کو ڈال دیں۔"

"آنٹی! اللہ آپ کو بہت بہت جزائے خیر دے! آج میں نے کھانا سنت کے مطابق کھایا جس کا لطف میں تاعمر نہ بھلاپاؤں گی اور ان شاء اللہ اب اسی طرح خود بھی کھانا کھاؤں گی اور اپنے گھر والوں کو بھی سکھاؤں گی' کیوں کہ سنت کے عمل کرنے میں ہی ہماری دنیاوی اور اخروی کامیابی ہے۔

Golden foods
36

ذرات کا ذخیرہ

ڈاکٹر الماس روحی

ذقن پور ایک گاؤں تھا۔ جہاں ایک چھوٹی سی بچی ذکیہ رہتی تھی۔ ذکیہ بہت ذہین بچی تھی۔ اس کے بابا ایک کسان تھے جو ایک چھوٹے سے دریا کے کنارے چاول اگاتے تھے۔ وہ ایک ذمہ دار باپ بھی تھے۔ اپریل کا مہینہ تھا۔ ذکیہ کے اسکول کا پہلا دن تھا۔ اماں ذکیہ کو اسکول لے کر جا رہی تھیں۔ ذکیہ کو ڈر لگ رہا تھا۔ اماں اسے سمجھا رہی تھیں۔ بابا کھیت میں ہل چلا رہے تھے۔ انہوں نے بیلوں کو روکتے ہوئے ذکیہ سے کہا: ”ڈرو مت ذکیہ بیٹی! خوشی خوشی اسکول جاؤ۔ اسکول بہت اچھی جگہ ہے۔ تمہیں وہ بہت پسند آئے گی اور تمہیں وہاں بہت مزہ بھی آئے گا۔ میں سچ کہتا ہوں۔“

ذکیہ کے بڑے بھائی ذاکر جو کھیت میں دھان کے پودے لگا رہا تھا' اسے بھی اپنے اسکول کا پہلا دن بہت یاد آ رہا تھا۔ جب وہ پہلے روز اسکول جاتے ہوئے رو رہا تھا۔ اسے ڈر جو لگ رہا تھا۔ ان دنوں اس کی دادی زمبابوے سے آئیں ہوئی تھیں۔ دادی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا: ”ڈرو گے تو پڑھو گے کیسے؟ دو چار دن بعد سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تمہیں وہاں پڑھنا اچھا لگے گا۔ وہ ایک اچھا اسکول ہے۔ وہاں بہت ذکی بچے آتے ہیں۔ وہ سب تمہارے دوست بن جائیں گے۔“

کچھ دنوں میں ذیشان اور ذوالفقار اس کے دوست بن گئے۔ وہ ذرا ذرا سی باتوں میں ذاکر کا خیال رکھتے۔ ذاکر کو بھی ان کے ساتھ کھیلنا اچھا لگنے لگا تھا۔ آج کل اس کے اسکول کی چھٹیاں تھیں۔ وہ بڑی محنت سے امتحان دے چکا تھا۔ اسے فیل ہونے سے ذلت محسوس ہوتی تھی۔ وہ ایک ذی ہوش لڑکا تھا۔ ہر بات اپنے ذہن نشین کر لیتا تھا۔ دادی اسے ذرا سی چوٹ لگنے پر ڈھیروں باتیں سمجھاتیں۔ ”ذاکر بیٹا! دیکھ کر چلا کرو۔ ذہن کو حاضر رکھا کرو۔ اچھی ذہنیت کا آدمی ہی اچھا کام کرتا ہے۔ تم محنت کرو۔ خدا تمہیں ذی رتبہ بنا دے گا۔“

اچانک تیز ہوائیں چل رہی تھیں۔ مٹی کے ذرات اڑ اڑ کر ذاکر اور بابا کی آنکھوں میں چبھ رہے تھے اس لیے وہ گھر کے اندر آ گئے۔ آج بچے بہت خوش تھے۔ چاول کے ذرات کا جو ذخیرہ تھا' بابا نے اسے بیچا تھا۔ ہر تین سال بعد چاول کے ذرات جمع کر کے بابا اسی طرح بیچتے تھے۔ گاؤں کے لوگ بڑے شوق سے خریدتے تھے۔ اماں دودھ میں ڈال کر ایسے چاولوں کی مزیدار کھیر بناتی تھیں۔ اماں کی کھیر پورے ذقن پور میں مشہور کیا ہوئی' سب ہی یہ چاول خریدنے لگے۔ آج بھی گھر میں خوب پیسے آئے تھے۔ ابا نے شام کو بڑی سی مرغی ذبح کی تھی جسے اماں نے خوب بھونا تھا۔ اماں نے وہ کھیر بھی بنائی تھی جس کا ذائقہ بڑا لذیذ ہوتا تھا۔ کھانا کھا کر سب نے اللہ کا شکر ادا کیا جس نے انہیں مزیدار ذائقے والے کھانوں سے نوازا تھا۔ بعد میں ذکیہ نے سب کو اسکول کی باتیں بتائیں۔ اسے اسکول میں بہت مزہ آیا تھا۔

ذمہ دار	کام کرنے والے	زمبابوے	ملک کا نام
ذی ہوش	عقلمند' ہوشیار	ذہن نشین	ذہن میں بٹھانا
ذی رتبہ	اعلیٰ رتبہ	ذبح	کاٹنا

سنت سیریز

سنت میں راحت

اہلیہ محمد فیصل

دروازے پر دستک ہوئی۔ عائشہ دوپہر کے کھانے کے لیے دستر خوان لگا رہی تھی۔ عفرا نے دروازہ کھولا تو سامنے اس کی سہیلی راحمہ کھڑی تھی۔

”السلام علیکم!“ راحمہ نے سلام کیا۔ ”وعلیکم السلام!“ عفرا نے اس کے سلام کا جواب دیا۔

عفرا نے راحمہ کو ڈرائنگ روم میں بٹھایا کیوں کہ راحمہ نے آج اسکول سے کسی وجہ سے چھٹی کی تھی اور اب آج کا کام مکمل کرنے کے لیے عفرا کے پاس آئی۔ عفرا کی امی کو راحمہ کی آمد کا علم ہوا تو وہ اس کو ڈرائنگ روم سے لاؤنج کی طرف لے آئیں جہاں عائشہ دستر خوان پر کھانا لگا رہی تھی۔

راحمہ فرش پر بچھے دستر خوان کو دیکھ کر کچھ چونک سی گئی کیوں کہ ان کے گھر میں تو کھانے کے لیے ڈائنگ ٹیبل کا استعمال ہوتا تھا۔ اب عائشہ‘ عفرا‘ فروا اور ان کا چھوٹا بھائی انصر واش بیسن کی طرف گئے جہاں سب نے اہتمام سے کلّی کی اور اپنے ہاتھ دھوئے اور ان کو پوچھے بغیر ہی دستر خوان پر بیٹھ گئے۔ تینوں بہنوں نے اپنے سر اسکارف سے اور ان کے چھوٹے بھائی نے ٹوپی سے ڈھانکے ہوئے تھے۔ راحمہ ان کی یہ تمام حرکات غور سے دیکھ رہی تھی۔ عائشہ کی امی زینت بیگم راحمہ کے اس طرح دیکھنے پر اس کی کیفیت کو کچھ کچھ بھانپ سی گئیں۔

”راحمہ بیٹا! آپ بھی کلّی کر کے اور اپنے ہاتھ دھو کر ہمارے ساتھ دستر خوان پر آجائیں۔“

”جی آنٹی!“ راحمہ نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔

”دراصل بیٹا! کھانا کھانے سے پہلے اپنے ہاتھ دھونا سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”جس نے کھانے سے پہلے اور بعد میں کلّی کی! اس نے خیر کثیر پائی۔“ اور اس کے علاوہ کلّی کرنے سے ہمیں جسمانی فوائد الگ حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے ذریعے منہ اور دانتوں کی حفاظت

بھی رہتی ہے۔“ راحمہ آنٹی کی باتوں کو بہت انہماک سے سن رہی تھی۔

”چلو انصر بیٹا! آپی کو بتاؤ کہ کھانا کھاتے وقت سنت طریقے سے کیسے بیٹھا جاتا ہے۔“

”جی امی! آپی کھانا کھاتے وقت اکڑوں (دونوں گھٹنے کھڑے کر کے بیٹھنا) یا ایک پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جانا اور دوسرا گھٹنا کھڑا رکھنا یا دونوں زانوؤں کو زمین پر ٹیک کر (نماز میں جس طرح تشہد میں بیٹھتے ہیں) جھک کر کھانا۔ (عمدۃ القاری)

”جزاک اللہ بیٹا! آپ نے بہت وضاحت سے آپی کو سمجھایا۔“ امی نے انصر کی حوصلہ افزائی کی۔

راحمہ یہ سب سن کر خود بھی دوزانو ہو کر بیٹھ چکی تھی۔

”چلیں فروا بیٹا! اب آپ نیت کے متعلق اپنی بہن کو بتائیں۔“ ”اچھا امی! ابھی بتاتی ہوں...“

ابھی فروا نیت کے بارے میں بتانے ہی لگی تھی کہ راحمہ نے بے اختیار ہو کر کہا کہ ”کیا کھانے سے پہلے نیت بھی کی جاتی ہے؟“

”جی بیٹا! یہ بھی ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے۔ اس طرح ہمارا کھانا جو کہ ہم اپنی راحت کے لیے کھاتے ہیں‘ باعث اجر و ثواب بن جاتا ہے۔“ اب فروا نیت کے بارے میں بتانے لگی:

”کھانا کھاتے وقت یہ نیت رکھنا کہ میں یہ کھانا اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت اس کی عبادت پر قوت حاصل کرنے کے لیے کھاتا ہوں۔“ (الترغیب)

”ماشاءاللہ!“ امی نے کہا۔ ”اچھا بیٹا راحمہ! آپ کو کھانا کھانے سے پہلے کی دعا تو یاد ہی ہو گی ناں؟“

”جی جی آنٹی!“ راحمہ نے جھکتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی دعا سنانے لگی: ”بِسۡمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ!“

اور اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائیں اور درمیان میں یاد آئے تو پھر یہ دعا پڑھنی چاہیے: ”بِسۡمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ“

”ماشاءاللہ! ہماری بیٹی کو تو دعائیں بہت اچھی طرح سے یاد ہیں۔“ امی نے بھرپور طریقے سے راحمہ کی حوصلہ افزائی کی جس پر راحمہ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور انہیں بتایا کہ ان دعاؤں سے متعلق مس صالحہ نے اس کی رہنمائی کی ہے۔

”چلو بھئی! اب کھانے سے پہلے کی تمام سنتیں دہرائی بھی گئیں ہیں اور ان پر عمل بھی ہو گیا ہے۔ اب کھانا شروع کرتے ہیں۔“ امی نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

تھال میں کھانا کھانے کا آج پہلی مرتبہ راحمہ کو تجربہ ہو رہا تھا۔ زینت بیگم‘ راحمہ کے چہرے کا مکمل جائزہ لے رہی تھیں۔ انہوں نے بڑے ہی دھیمے لہجے میں دوبارہ بات شروع کی۔ ”راحمہ بیٹا! مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ آپ پُرسکون ہو کر کھانا نہیں کھا رہی ہیں۔ شاید تھال میں کھانا آپ کو عجیب سا محسوس ہو رہا ہے حالاں کہ اکٹھے ایک تھال میں کھانا کھانا سنت ہے۔ اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم ہے:

”مل کر کھاؤ! تمہارے لیے برکت دی جائے گی۔“ (ابوداؤد)

اس طرح چار کا کھانا آٹھ کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور آپس کی نفرتیں دور ہو کر محبت کا رنگ اختیار کر لیتی ہیں۔

اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث مبارکہ ہے جس کا مفہوم ہے:

”کھانے میں جتنے ہاتھ جمع ہوں گے اتنی ہی برکت زیادہ ہو گی۔“ (مشکوۃ)

راحمہ نے آنٹی سے سوال کرتے ہوئے پوچھا: ”آنٹی! کیا کھانے کی اور بھی سنتیں ہیں؟“

”جی بیٹا! کھانے کی مجلس میں جو کوئی بڑا یا بزرگ ہو تو کھانا ان سے پہلے شروع کروانا۔ (مسلم)

کھانا اپنی جانب سے کھانا۔ (ترمذی) کھانے میں پھونک نہ ماریں۔ (ترمذی)

ہاں! اگر دستر خوان پر مختلف قسم کے کھانے ہوں تو پھر اس صورت میں ہاتھ گھمانا جائز ہے۔ جو پسند ہو‘ لے کر کھائیں۔ (ترمذی)

کھانا تین انگلیوں سے آرام سے کھایا جاسکتا ہو تو چوتھی انگلی استعمال نہ کرنا مگر بقدر ضرورت استعمال کرنا۔ (الترغیب)

امی کی بات مکمل ہونے کے بعد عائشہ نے بھی اس گفتگو میں اپنا حصہ ڈالنا مناسب جانا اور وہ اپنی امی کو مخاطب کر کے کہنے لگی: ”امی! میں نے چند دن پہلے سائنس کی ایک تحقیق پڑھی کہ جب ہم کھانا کھاتے ہیں تو ہماری انگلیاں جراثیم پیدا کرتی ہیں جو کہ انفرادی کھانے والے کے پیٹ میں کھانے کے ساتھ چلے جاتے ہیں‘ جب کہ اجتماعی (اکٹھا) کھانے والوں کے پیدا شدہ جراثیم ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں اور وہیں ہلاک ہو جاتے ہیں۔“

”سبحان اللہ ! کیسے یہ پیارے پیارے اعمال ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے 1400 سو سال پہلے ہمیں سکھلا دیے‘ جب کوئی تحقیق اور کوئی سائنس نہیں تھی‘ صرف اخروی فوائد مد نظر رکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اعمال کرتے تھے اور آج ہمیں اس کے بیش بہا دنیاوی فوائد بھی نظر آ رہے ہیں اور ہاں بیٹا ! ایک اور اہم سنت یہ کہ کھانا جوتا اتار کر کھانا۔ (دارمی)

دراصل آج یہ رواج چل پڑا ہے کہ بچے صبح ڈائنگ ٹیبل پر جوتے پہن کر ہی ناشتے کے لیے آتے ہیں اور اسی طرح بڑے بھی آفس وغیرہ جانے سے پہلے جوتے پہن لیتے ہیں اور پھر ناشتہ کرتے ہیں۔ یہ ایک طرح سے کھانے کی بے ادبی ہے۔ کھانا چوں کہ اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے جو کہ ہمیں دن میں تین مرتبہ میسر آتی ہے اور ہمارے جسم کو تقویت دیتی ہے تو اس لیے اس کی قدر وہی جان سکتا ہے جسے یہ میسر نہیں ہوتا۔ اسی طرح دعوتوں وغیرہ میں کھڑے ہو کر یا چلتے پھرتے کھانا اور پینا بھی فیشن کی صورت اختیار کر گیا ہے۔“ زینت بیگم کی ان باتوں نے راحمہ کو اپنا صبح کا ناشتہ اور آئے روز کی پارٹیوں کی یاد دلا دی کہ جن میں وہ جوتوں اور سینڈل کے ساتھ ہی ناشتہ اور کھانا کھاتی رہی ہے۔

امی ابھی بتا ہی رہی تھیں کہ اچانک انصر نے آلو اپنے بائیں ہاتھ سے اپنے منہ میں ڈال دیا جس پر امی نے اسے ناراضی سے دیکھا۔

راحمہ نے آنٹی سے استفہامیہ لہجے میں پوچھا: ”آنٹی ! کیا دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا بھی سنت ہے ؟“

”جی بیٹا ! دائیں ہاتھ سے کھانا اور اسی طرح کسی دوسرے کو کھانا دینا یا لینا ہو تو تب بھی دایاں ہاتھ استعمال کرنا سنت ہے۔“ (مسلم)

اب امی نے عائشہ کو فریج سے کھیر لانے کا کہا۔ اس وقت عائشہ نوالہ منہ کی طرف لے جا رہی تھی کہ اچانک بے خیالی میں نوالہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دستر خوان پر جا گرا لیکن عائشہ نے پھرتی سے اس نوالے کو اٹھا کر پہلے صاف کیا اور پھر اپنے منہ میں ڈال دیا۔ راحمہ نے عائشہ کی اس حرکت کو برا محسوس کیا جس پر عائشہ نے اسے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ راحمہ ! یہ بھی سنت ہے کہ جب کھانا کھاتے ہوئے کوئی کھانے کی چیز یا لقمہ آپ کے ہاتھ سے دستر خوان پر گر جائے تو چاہیے کہ اس کو اٹھا لیں اور صاف کر کے کھا لیں اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑیں۔ (مسلم)

نہ جانے کون سے نوالے یا دانے میں برکت ہو اور وہ ہم شیطان کے لیے چھوڑ دیں۔

”عائشہ ! آج تو آپ لوگوں نے مجھے حیران ہی کر دیا ہے کھانے کی بے شمار سنتیں اور ان کے فوائد بتا کر کہ جن سے میں اب تک ناواقف تھی اور انجانے میں کتنی باتیں سنت کے خلاف کیے جا رہی تھی۔“ اسے اپنے ڈائنگ ٹیبل کے میپ کور (دستر خوان) پر گرے نوالے‘ دانے اور گرے ہوئے سلاد کے ٹکڑے یاد آنے لگے جن کو اٹھا کر کھانا وہ معیوب سمجھتی تھی اور ڈسٹ بن میں ڈال دیتی تھی۔

”راحمہ بیٹی ! ابھی کھانے کی کچھ اور سنتیں بھی باقی ہیں۔“ زینت بیگم نے کہا۔

”چلیں بھئی ! اپنی اپنی انگلیاں چاٹ لیجیے تاکہ میٹھا نوش کیا جا سکے۔“ یہ عائشہ کی آواز تھی۔

”انگلیاں چاٹنا... مگر کیسے ؟“ راحمہ نے حیرت سے پوچھا۔

اور گھر کے تمام افراد نے اپنی اپنی انگلیاں چاٹیں تو ان کی دیکھا دیکھی راحمہ نے بھی اپنی انگلیاں چاٹ لیں مگر اس کی آنکھوں میں ایک سوال تھا اور اس کا جواب عفرا نے دیا۔ ”راحمہ ! یہ بھی سنت سے ثابت ہے کہ

جب کھانا کھا چکے ہوں تو انگلیوں کو چاٹ لیں‘ اس لیے کہ کھانے والا نہیں جانتا کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔ (مسلم)

اور کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کا طریقہ یہ ہے کہ

سب سے پہلے بڑی انگلی چاٹنا چاہیے اور اس کے بعد تشہد والی انگلی اور اس کے بعد انگوٹھا چاٹیں۔ (طبرانی)

اب زینت بیگم نے کھیر کا پیالہ آگے رکھا اور سب اس میں سے کھانے لگے۔ آخر میں فروا‘ عفرا اور انصر تینوں ایک دوسرے کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھنے لگے‘ جس پر ان کی امی مسکرا دیں مگر راحمہ کو کچھ الجھن سی محسوس ہونے لگی۔

انصر نے لاڈ سے امی کو کہا: ”امی ! آج میری باری ہے۔“ انصر کی یہ بات سن کر فروا اور عفرا دونوں کے منہ بن گئے۔

(بقیہ ص 36 پر)

Parvaiz Umar

41

نعتِ سرورِ کونین رحمتِ دارین ﷺ

شاعر: مولانا ظفر علی خان
مرسلہ: محمد عبداللہ صدیقی

اے خاورِ حجاز کے رخشندہ آفتاب
صبحِ ازل ہے تیری تجلی سے فیض یاب

زینت ازل کی ہے تو، ہے رونق ابد کی تو
دونوں میں جلوہ ریز ہے تیرا ہی رنگ و بُو

چوما ہے قدسیوں نے تیرے آستانے کو
تھامی ہے آسماں نے جھک کر تیری رکاب

برسا ہے شرق و غرب پہ ابرِ کرم تیرا
آدم کی نسل پر ترے احساں ہیں بے حساب

شایاں ہیں تجھ کو سرورِ کونین کا لقب
نازاں ہے تجھ پہ رحمتِ دارین کا خطاب

پیدا ہوئی نہ تیری مؤاخات کی نظیر
لایا نہ کوئی تیری مساوات کا جواب

صدہا تیرے غلام نصاریٰ کی قید میں
دِن زندگی کے کاٹ رہے ہیں بصد عذاب

دنیا کے گوشے گوشے میں اگرچہ آج کل
امت تیری رہینِ ستم ہائے بے حساب

اے قبلۂ دو عالم والے، کعبۂ دو کونَ
تیری دعا ہے حضرتِ باری میں مستجاب

حق سے یہ عرض کر کے تیرے ناسزا غلام
عقبیٰ میں سرخ رُو ہوں تو دنیا میں کام یاب

عاصیِ بے قرار توبہ کر

زندگانی سنوار توبہ کر
پیشِ پروردگار توبہ کر

معصیت میں فقط ہے بے چینی
چاہئے گر قرار توبہ کر

آسماں میں نہیں، زمیں میں نہیں
کوئی جائے فرار توبہ کر

اس سے پہلے کہ سلب کر لے اجل
ہے ابھی اختیار توبہ کر

دل میں غم، چہرے پر پشیمانی
آنکھ ہو اشکبار توبہ کر

رب ہے فسق و فجور پر برہم
اس کو آئے گا پیار توبہ کر

دل میں چین و سکون پائے گا
عاصیِ بے قرار توبہ کر

بے حیائی کے جتنے کام کیئے
ان پہ ہو شرمسار توبہ کر

آج تک غیر سے مدد مانگی
اب خدا کو پکار توبہ کر

اس میں ہے بالیقین تیری جیت
نفس و شیطاں کی ہار توبہ کر

دیر مت کر، ہیں منتظر تیری
بخششیں بے شمار توبہ کر

راہِ حق میں روا نہیں ناصر
شکوۂ خار زار توبہ کر

محمد ناصر علی

جذبات سرد ہوگئے عشقِ حبیب کے

راہِ یقین و صدق میں ہم پیچھے رہ گئے
جو بات منہ سے کہہ نہ سکے دل میں کہہ گئے

اتنے مقامِ شوق سے ہم گر گئے ندیم!
"توہینِ یار" سامنے آنکھوں کے سہہ گئے

جذبات سرد ہوگئے عشقِ حبیب کے
کروٹ بدل کے ولولے دل ہی میں رہ گئے

اعلان جن کے لب سے ہوا تیرے نام کا
وہ مشکلات دیکھ کے، گھبرا کے رہ گئے

حاصل ہوا قرار جنہیں تیرے ذکر سے
وہ حادثاتِ دہر کے ہر چوٹ سہہ گئے

اس دور کے عجیب ہی دیکھے ادب نگار
آئی جو کوئی لہر تو سب اس میں بہہ گئے

طالب! شعارِ اہلِ نظر ہے دلاوری!
دل کو لگی جو بات، اسے ڈٹ کے کہہ گئے

خدا بخش

گلدستہ

ترتیب و پیش کش: راشد حسین قاسم

حمد باری تعالیٰ

غفور ہے وہ، رحیم ہے وہ
سب اعظموں سے عظیم ہے وہ
بڑائی اس کی ہے جو توں میں
قدامتوں سے قدیم ہے وہ
زمانہ جس کی تلاش میں ہے
ہر ایک دل میں مقیم ہے وہ
جو گھٹتی سانسیں بڑھا بھی دے تو
ہے اس کی قدرت، حکیم ہے وہ
وہ سن رہا ہے سبھی دلوں کی
بصیر ہے وہ، علیم ہے وہ
ہزار عقدے بتا رہے ہیں
بجو سے بڑھ کر فہیم ہے وہ
جہان طالب ہے اس کے در کا
رفیق، ناصر، کریم ہے وہ

شاعر: ناصر ملک

اہلِ پاکستان کے لیے مقامِ فکر

جوش صاحب اپنی مشہور خود نوشتہ سوانح حیات "یادوں کی برات" کے صفحہ ۵۳۲ پر
پنڈت نہرو کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں، جو پاکستانیوں کے لیے باعث عبرت ہے۔ وہ لکھتے ہیں:
ایک بار جب پاکستان سے رخصت لے کر میں دہلی میں ان سے (جواہر لال) ملا
تو بڑے طنز کے ساتھ انھوں نے مجھ سے کہا:
جوش صاحب پاکستان کو اسلام، اسلامی کلچر اور اسلامی زبان یعنی اردو کے تحفظ کے لیے بنایا گیا تھا
لیکن ابھی کچھ دن ہوئے کہ میں پاکستان گیا تھا
اور وہاں میں نے یہ دیکھا کہ میں تو شیروانی اور پاجامہ پہنتے ہوں،
لیکن وہاں کی گورنمنٹ کے تمام افسر سوٹ مد انگریزوں کا لباس پہنے ہوئے ہیں۔
مجھ سے انگریزی بولی جا رہی ہے اور انتہا یہ ہے کہ مجھے انگریزی میں ایڈریس دیا جا رہا ہے۔
مجھے اس صورت حال سے بے حد صدمہ ہوا۔
میں بجھ گیا اردو! اردو کے جو نعرے ہندوستان میں لگائے گئے تھے وہ سب اوپری دل سے اور کھوکھلے تھے
اور ایڈریس کے بعد جب میں کھڑا ہوا تو میں نے اس کا اردو میں جواب دے کر سب کو حیران کر دیا
اور یہ بات ثابت کر دی کہ مجھے اردو سے ان کے مقابلے میں کہیں زیادہ محبت ہے۔
اور جوش صاحب معاف کیجیے گا، آپ نے جس اردو کے واسطے اپنے وطن کو تج دیا ہے،
اس اردو کو پاکستان میں کوئی منہ نہیں لگاتا ہے، اور جائیے پاکستان!
جوش صاحب لکھتے ہیں:
میں نے شرم سے آنکھیں نیچی کر لیں۔
ان سے تو کچھ نہیں کہا لیکن ان کی باتیں سن کر مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا۔
میں نے پاکستان کے ایک بڑے شاندار منسٹر صاحب کو جب اردو میں خط لکھا
اور ان صاحب بہادر نے انگریزی میں جواب مرحمت فرمایا
تو میں نے جواب الجواب میں یہ لکھا تھا کہ جناب والا میں نے تو آپ کو اپنی مادری زبان میں خط لکھا
اور آپ نے اس کا جواب اپنی پدری زبان میں دیا۔
چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔

نعت

جب زباں پر محمد کا نام آ گیا
دوستو زندگی کا پیام آ گیا
تیرے در پر جو تیرا غلام آ گیا
اس کے ہاتھوں میں عرفاں کا جام آ گیا
پا گیا پا گیا حاصلِ زندگی
در پہ آقا کے جس دم غلام آ گیا
دور ظلمت ہوئی دل منور ہوا
جب مدینہ میں ماہِ تمام آ گیا
لائے تشریف جب سیدِ انس و جاں
خلد دنیا بنی وہ نظام آ گیا
تیری برکت سے اے سید المرسلیں
صبح روشن ہوئی کیف شام آ گیا
آپ کی مدح انسان کیا کر سکے
عرش سے جب درود و سلام آ گیا

شاعر: شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی

بدگمانی کا نقصان

دو بھائی حیدر آباد میں رہتے تھے ان کے مزاج میں بدگمانی اور ترکِ تعلق کا مرض تھا
جب ان کے والد کا انتقال ہوا تو ان کے یہاں جنازہ اٹھانے کے لیے کوئی نہیں گیا مزدور بلائے گئے،
کیونکہ ان کے اندر ہر ایک سے لڑنے کی عادت تھی ہر ایک کو ناراض یا غصہ میں جو جی میں آیا کہہ دیا
اس سے ہر ایک کا دل ان سے خراب ہو گیا۔
یہ سب کے لیے سبق ہے
کہ اپنے مسلمان بھائیوں کا عیب نہ دیکھو ورنہ بے بھائی ہو جاؤ گے
آج ایک بھائی چھوٹے گا کل دوسرا چھوٹے گا اور ایک دن تمہارا کوئی بھائی نہ ہو گا
اس لیے اپنے عیب دیکھو اور دوسرے کی خیر اور بھلائی دیکھو
یعنی دوسروں کے ساتھ اچھا اور اپنے نفس کے ساتھ برا گمان رکھنا چاہیے
لیکن آج کل معاملہ اس کے برعکس ہے۔
(معارف ربانی عارف باللہ حضرت حکیم اختر شاہ رحمۃ اللہ علیہ)

حقوق کی ادائیگی کا اہتمام

حضرت تھانوی نے فرمایا:
ایک مرتبہ میں نے اپنے گھر والوں سے ایک روپیہ لیا تھا۔
آدھی رات کو خیال آیا کہ دینا ہے، پس چین نہ پڑا۔
اٹھ کر دیکھا کہ آیا جاگ رہی ہیں یا سو رہی ہیں؟
چوں کہ ان کی نیند بھی کم ہے، انھوں نے کہا: "کیا ہے؟"
میں نے کہا: "یہ روپیہ لے لو!"
انھوں نے کہا: "اللہ ایسی بھی کیا جلدی تھی؟"
میں نے کہا کہ میرے پاس سے یہ لے لو،
ورنہ مجھے رات بھر نیند نہیں آئے گی۔
جب ان کو دے دیا تب نیند آئی۔
(کمالات اشرفیہ: ۳۵۶)

عجیب منطق

وہ منطق کے ایک پروفیسر کا واقعہ سناتے ہیں
جن کا دوست ان سے اکثر سوال کرتا تھا کہ منطق کیا ہے؟ تو وہ اس سوال کو ٹال جاتے تھے۔
ایک روز یہ دونوں بازار میں ایک حلوائی کی دکان کے آگے سے گزر رہے تھے کہ
اچانک پروفیسر رک گئے۔ اپنے دوست کو کاندھے سے پکڑ کر بولے:
"آج میں تمہیں بتاتا ہوں کہ منطق کیا ہے۔"
انھوں نے کھڑے کھڑے دو پلیٹوں میں ایک ایک پاؤ برفی ڈالنے کا آرڈر دیا۔
جب حلوائی برفی دینے لگا تو انھوں نے پلیٹیں لوٹاتے ہوئے کہلوایا کہ وہ ایک ایک پاؤ ربڑی دے دو۔
جب ربڑی آنے لگی تو انھوں نے ہاتھ کے اشارے سے منع کیا اور کہا کہ ایک ایک پاؤ گل قند دے دو۔
جب گلقند آ گیا تو دونوں نے اس پر ہاتھ صاف کیے اور چلنے لگے۔
حلوائی پیچھے سے چلایا: "بابو جی! آپ یہ دودھ ادائی کی قاتم تھی، کیا پیسے نہیں دو گے؟"
پروفیسر نے اس سے سوال کیا کہ کاہے کے پیسے؟
گلقند کے اور کاہے کے؟ حلوائی نے اسے یاد دلایا۔
اس پر پروفیسر نے کہا: تم بھول گئے کہ گلقند تو ہم نے ربڑی کے بدلے کھایا تھا۔
حلوائی نے کہا: تو ربڑی کے پیسے دے دو۔
پروفیسر نے جواب دیا کہ ربڑی تو ہم نے برفی کے بدلے کھائی تھی۔
یہ بات ہے؟ حلوائی تعجب کرتے ہوئے بولا اچھا برفی کے پیسے دو۔
پروفیسر نے اسے ڈانٹا: برفی تو ہم نے کھائی ہی نہیں اس کے پیسے کیوں لے رہے ہو؟
اب حلوائی زیرِ لب کچھ حساب کرنے لگا۔ گلقند ربڑی کے بدلے کھایا تھا۔
ربڑی برفی کے بدلے کھائی تھی اور برفی تو آپ دونوں نے کھائی ہی نہیں۔
اسی ادھیڑ بن کے بعد اس نے دونوں کو کہا: "بابو جی! معاف کرنا میرا دماغ گھوم گیا تھا۔"
(منطق کی مار: ۱۳۰)

آپ کے اشعار

شکست و فتح میاں اتفاق ہے، لیکن
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا
محمد یار خان امیر

تھا ارادہ تری فریاد کریں حاکم سے
وہ بھی کم بخت ترا چاہنے والا نکلا
ظہیر اکبر آبادی

ہماری بھی کہانی کل بیاں یوں ہی بنیں گے
کہ جیسے آج ہم اوروں کے افسانے بناتے ہیں
احسن الدین بیاں

زندگی ہے تو خزاں کے بھی گزر جائیں گے دن
فصلِ گل جیتوں کو پھر اگلے برس آتی ہے
میر حسن

تک ساتھ ہو حسرتِ دلِ مرحوم سے نکلے
عاشق کا جنازہ ہے، ذرا دھوم سے نکلے
فدوی عظیم آبادی

دلِ وحشی کو خواہش ہے تمہارے در پہ آنے کی
دوانہ ہے، وہ لیکن بات کہتا ہے ٹھکانے کی
قلندر بخش جرأت

junaid.j
47

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپورٹ

اخبار السلام

مارچ 2016ء بمطابق جمادی الثانیہ 1437ھ

جامعہ بیت السلام کراچی کی مصر کے شہر قاہرہ میں منعقدہ ”عالمی کتب میلہ“ میں شرکت، ہزاروں قیمتی اور پاکستان میں نایاب کتب کی خریداری

تین مراحل میں کام کی تکمیل: پہلے عرب کتب خانوں کی کتابی فہرستوں کا حصول، پھر اُن سے مفید فکری کتابوں کی نشان زدگی اور پھر مصر جا کر اُن کی خریداری

پاکستان میں نایاب، مگر اہم کتب: عرب کے تمام شعرا کے شعری کلاموں کا 250 جلدوں پر مشتمل انسائیکلو پیڈیا نیز 46 جلدوں پر مشتمل عربی کی مشہور لغت الخزانۃ اللغویہ

جامعہ ازہر کے شعبہ عربی کے شیخ شریف نے جامعہ کے عربی میگزین مجلۃ السلام کو بہت سراہا نیز عالمی مجلہ کے ذمہ دار نے بھی بیت السلام کی خدمات کو سراہا

جامعہ بیت السلام کراچی نے مصر کے شہر قاہرہ میں منعقدہ ”عالمی کتب میلہ“ میں شرکت کی۔ یہ دنیا کا دوسرا بڑا عالمی کتب میلہ ہے، جس کا انعقاد مصر کے شہر قاہرہ میں ہوتا ہے، اس سال اس کتب میلے میں دنیا کے 44 سے زیادہ ممالک کے تقریباً 1000 کتب خانوں نے شرکت کی۔ یہ کتب میلہ تقریباً 15 دِن جاری رہا۔ جامعہ بیت السلام کراچی اپنے طلبہ کی صلاحیتوں کو بڑھانے کے لیے فکر مند ہے اور طلبہ کی صلاحیتوں کو نکھار دینے میں استاد کے بعد سب سے مرکزی کردار لائبریری کا سمجھتا ہے، اسی لیے جامعہ بیت السلام کراچی بہت اہتمام سے وقتاً فوقتاً اردو، عربی اور انگریزی تینوں زبانوں میں لائبریری کے لیے فکری اور ادبی کتابوں کی خریداری کرتا رہتا ہے۔

بہت سی کتابیں ایسی ہیں، جو طلبہ کے لیے انتہائی مفید ہیں، مگر وہ پاکستان کے کتب خانوں میں دست یاب نہیں ہیں۔ ان کے حصول کے لیے جامعہ نے مصر میں منعقدہ اس کتب میلہ میں شرکت کا فیصلہ کیا۔ اس کتب میلے میں موجود لاکھوں کتابوں میں سے صرف مفید کتابوں کی خریداری کو یقینی بنانے کے لیے جامعہ بیت السلام کراچی نے یہ کام تین مراحل میں مکمل کیا۔ پہلے دو مرحلے مصر جانے سے پہلے کے تھے کہ مصر اور عرب کے مشہور کتب خانوں کی کتابی فہرستوں حاصل کی گئیں، جو سیکڑوں صفحات پر مشتمل تھیں۔ پھر دوسرے مرحلے میں کئی ماہر اساتذہ کرام نے مل کر اِن فہرستوں میں سے مفید فکری کتابوں کو نشان زد کیا، اس مرحلے میں اس بات کو یقینی بنانے کی بھی کوشش کی گئی کہ مصر میں منعقدہ اس کتب میلہ میں صرف اُن کتابوں کی خریداری کی جائے جو پاکستان میں نایاب ہیں اور طلبہ کرام، اہلِ وطن اور اہلِ اسلام کے لیے انتہائی مفید ہیں۔ اور پھر ان مطلوبہ کتابوں کی فہرستیں تیار کی گئیں۔ پھر تیسرا مرحلہ اس کتب میلے سے مطلوبہ کتابوں کی خریداری کا تھا۔ اس کام کے لیے جامعہ کے ایک مایہ ناز استاد مولانا محمود صاحب کا انتخاب کیا گیا، موصوف اس سے پہلے جامعہ کی لائبریری کے لیے سیکڑوں کتب سعودی عرب سے لانے کی بھی خدمت سرانجام دے چکے ہیں۔ چناں چہ انہوں نے کئی دِن مسلسل محنت کر کے فہرست میں درج کردہ کتابیں بھی خریدیں اور ان کے علاوہ وہاں نظر آنے والی مزید اچھی کتابیں بھی خریدیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ انہوں نے اس کتب میلہ سے جو کتابیں خریدیں ہیں، اُن کی جلدیں 4000 سے زیادہ بنتی ہیں۔ اور تقریباً 70 کاٹنوں میں پیک کر کے بحری جہاز کے ذریعے سمندری راستے سے لائی جا رہی ہیں۔ ان کتابوں میں ایک شاہکار کتاب عرب کے تمام شعرا کے شعری کلاموں کا انسائیکلوپیڈیا بھی شامل ہے، جو 250 جلدوں پر مشتمل ہے، اسی طرح لغت کی مشہور کتاب ”الخزانۃ اللغویہ“ ہے، جو 46 جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور اسی طرح کی اور بہت سی نایاب کتابیں بھی بہت جلد لائبریری کا حصہ بننے والی ہیں، جس سے انشاء اللہ جامعہ کے طلبہ کی صلاحیتیں بڑھ کر دوچند ہو جائیں گی اور یہ طلبہ ملک وملت کے لیے بہت مفید بنیں گے۔

کتابوں کی خریداری کے علاوہ یہ سفر مصر اور دنیا بھر میں ادارے کے اچھے تعارف کا ذریعہ بھی بنا۔ مولانا محمود الحق صاحب کی او آئی سی کے تحت چلنے والے عالمی ادارے ”الاتحاد العالمی للمدارس العربیہ“ کے ذمہ داران، عالمی اور تاریخی یونی ورسٹی جامعہ ازہر کے شعبہ عربی کے شیخ شریف اور عالمی میگزین ”البیان“ کے مدیر سے بھی ملاقات ہوئی، انہوں نے جامعہ بیت السلام کی خدمات کو سراہا اور جامعہ کے عربی میگزین ”مجلۃ السلام“ کو مثالی رسالہ قرار دیا۔ مولانا محمود الحق صاحب نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم اپنے طور پر فکری اور ادبی کتب کی ایک اچھی فہرست تیار کر کے لے گئے تھے، جو ہمارے خیال میں لائبریری کی ضرورت کے لیے کافی تھیں اور میں نے وہ کتابیں خریدی بھی، لیکن وہاں کتابوں کا سمندر دیکھ کر احساس ہوا کہ لاکھوں کی خریداری کرنے کے باوجود بھی بہت سی فکری اور ادبی کتابیں چھوڑ کر آنا پڑی، جو طلبہ کے لیے مفید ہیں اور امید ہے کہ جامعہ اُن کو حاصل کرنے کے لیے بھی آئندہ اسی طرح کے مثبت قدم اٹھاتا رہے گا۔ انہوں نے اہلِ مصر کے بارے میں فرمایا کہ وہاں کے لوگوں نے مجھے بہت محبت دی اور وہاں جا کر مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ مصری لوگ پاکستان سے بہت محبت کرتے ہیں۔ وہاں ہر ایک پاکستان کی تعریف کرتا ہے اور وہ پاکستان کو اسلامی ممالک کا ہیرو سمجھتے ہیں۔

Brighto
48